(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم باب)

مکی دور میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے تعلیمی کارنامے

مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی
رئیس شعبۂ تخصص علومِ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی
اُستاذ الحدیث جامعۃ الرشید ○ احسن آباد ○ کراچی

○

مکتبۃ الکوثر

سلسلہ مطبوعات مکتبۃ الکوثر (٦)

مکی دور میں رسول اللہ ﷺ کے تعلیمی کارنامے

مؤلف : حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سنِ طباعت : ۱۴۳۹ھ، ۲۰۱۸ء

ناشر : مکتبۃ الکوثر، بلاک B، سیکٹر 11، مکان نمبر: 121، جامعۃ الرشید، احسن آباد، کراچی۔

تعداد : 1100

رابطہ نمبر : 0331-3298552

تزئین وترتیب : کلیم اللہ چترالی

ملنے کا پتہ

مکتبۃ الکوثر، بلاک B، سیکٹر 11، مکان نمبر: 121، جامعۃ الرشید، احسن آباد، کراچی۔

اسلامی کتب خانہ بالمقابل جامع مسجد نیو ٹاؤن، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی۔

مکتبہ سلطان عالمگیر 5، لوئر مال بالمقابل گامے شاہ، اردو بازار، لاہور۔

مکتبۃ الشیخ 445/3، بہادر آباد، کراچی۔

مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور۔

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔

دار الاخلاص، محلہ جنگی، پشاور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

پیش لفظ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلی ہی وحی کا آغاز اقرأ (پڑھو) کے حکم سے فرمایا اور آگے علّم بالقلم ارشاد فرما کر پڑھنے پڑھانے میں قلم کی اہمیت کو اجاگر کیا، یہی علم وقلم کا جوڑ ہے جو روز اوّل سے مسلسل چلا آرہا ہے اور اسی اقرأ وعلّم بالقلم نے وہ گلہائے رنگارنگ بکھیرے کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اقرأ وعلّم بالقلم کے صفحہ عالم پر ثبت علمی وتاریخی نقوش سے متعلق اللہ عزّ وجلّ نے راقم کو کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس سلسلہ کی پہلی کڑی ''اسلامی قلمرو میں اقرأ وعلّم بالقلم کے ثقافتی جلوے (عہد عباسی)'' قبول عام حاصل کر چکی ہے۔ سلسلہ کی دوسری کڑی ''عہد اموی'' کا مواد قلمبند کروا چکا ہوں، ان شاء اللہ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو جائے گا۔

سلسلہ کی تیسری اور آخری کڑی ''مکی دور میں رسول اللہ ﷺ کے تعلیمی کارنامے'' پیش خدمت ہے، مکی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کا نصاب ونظام تعلیم کیا تھا؟ اندازِ تربیت کیسا تھا؟ تعلیم وکتابت کی کیا شکلیں تھیں؟ ان موضوعات کو (جو عام سیرت نگاروں کی نظروں سے اوجھل رہے) کتاب میں اجاگر کیا گیا ہے، نیز وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس نصابِ تعلیم سے فیض یاب ہوئے اور مکی دور میں انکی تربیت ہوئی، ان کے تراجم بھی شامل کتاب کیے گئے ہیں۔

کتاب کی تیاری کے جملہ مراحل محمد خالد، شایان احمد اور عتیق الرحمن (طلبہ تخصص فی علوم الحدیث، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی) نے سرانجام دیئے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کو شرف قبولیت سے نواز کر دنیا وآخرت میں کامرانی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد عبد الحلیم چشتی

۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ

۳ مارچ ۲۰۱۸ء

رائے گرامی جناب پروفیسر عبدالعزیز میمن صاحب (المتوفی ۱۹۷۸ء) [1]

کراچی جیسے کاروباری شہر میں علم اور اہل علم کا سراسر فقدان ہے، یہاں علم کی جستجو کا سودا کسی کے سر میں نہیں سماتا نہ اس کو تلاش وجستجو میں سرگرداں پایا جاتا۔

اس ماحول میں نئے اور تازہ علماء کا پیدا ہونا تو درکنار ۱۵-۲۰ سال پرانے واردین کے علمی ذوق کا بچ جانا ہی عجائب روزگار میں سے ہے۔

اس طویل مدت میں شاذ و نادر ہی کوئی نو وارد ایسا ہو کہ جوں جوں گردوپیش میں دنیاداری کا غلبہ دیکھے، یہ ادھر اپنی طلب صادق کو تیز سے تیز کرتا جائے۔

نوا را تلخ ترمی زن جو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز ترمی خواں چو محمل را گراں بینی

ہمارے مولانا عبدالحلیم چشتی جو قریباً ہر سال ایک آدھ دینی وعلمی کتاب لکھنے کے عادی سے ہو گئے ہیں، اب اپنے عنان قلم کو اسلام میں تصنیف وتالیف، ترتیب وتبویب کا جائزہ لینے کی طرف موڑ رہے ہیں اور چونکہ وہ دینیات کے فارغ التحصیل ہیں، ادھر تاریخ وغیرہ علوم سے باخبر بھی ہیں، کتابیات پر ان کی نظر جو کام کر سکتی ہے آج کل کے نوخیز جوانوں سے کوئی توقع نہیں کی جا سکتی جو علمی، عربی واسلامی مآخذ سے سراسر بے بہرہ ہیں، انہیں تو استاذ ازل (علماء یورپ) نے

---

[1] یہ رائے موصوف نے ''اقرأ وعلّم بالقلم کے ثقافتی جلوے (عہد عباسی)'' پر لکھی تھی، کتاب چونکہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اسی لیے اس رائے کو یہاں قندِ مکرر کے طور پر ذکر کر دیا گیا ہے۔

جو سکھایا ہے اس سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتے، حروف ہجاء کی ترتیب پر الٹی سیدھی فہرست سازی ان کا سرمایہ علم ہے وَبس! کتابوں کے اندرونی اسرار و خزائن سے ان کو دور کا بھی واسطہ نہیں، واقعی مکاتب میں دخل پانے کا یہ آسان ترین نسخہ ہے۔

میں نے آپ کا یہ مقالہ جستہ جستہ پڑھا اور دیکھا، یہ اس قابل ہے کہ اس کو شائع کیا جائے اور آئندہ ریسرچ اسکالروں کے ہاتھوں میں رہے، تا کہ وہ اسکے ابواب پر آئندہ کام کریں اور اسلامی مکاتب میں مسلمانوں کا افادی حصہ پیش کر سکیں۔ آخر میں سفارش کرتا ہوں کہ چشتی صاحب کے اس کارنامہ کی پوری قدر کی جائے اور ان کو اس پر اول درجہ کی ایم اے کی ڈگری دی جائے۔ إِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ.

ناچیز

میمن عبدالعزیز، ریٹائرڈ پروفیسر

جامعات علیگڑھ کراچی و پنجاب

۵/ اپریل ۱۹۷۱ء

مکی دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلیمی کارنامے

سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک اہم باب

قرآن مجید اصول وکلیات کا جامع:

قرآن مجید جو بنی نوع انسان کی فلاح وبہبود کے لئے اتارا گیا ہے، وہ ایک مکمل ضابطہ حیات اور نہایت جامع قانون ہدایت ہے، وہ اصول وکلیات کا جامع ہے اور اس کی جزئیات کی تعیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل اور خاموشی وانکار سے عبارت ہے، یہی اس دور کا نصاب ہے اور اس پر عمل پیرا رہنا اور اس کی پابندی کرنا نصابِ تعلیم ہے اور یہ ابدی ہے، تمام فقہاء کے ہاں یہی نصابِ تعلیم معمول بہ رہا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

«الذين يتبعون الرسول النبي الأمي». [1]

''وہ جو (محمدؐ) رسول (اللہ) نبی امی کی پیروی کرتے ہیں''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

«وأن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه». [2]

''اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا''۔

---

[1] سورہ اعراف (آیت: ۱۴۲)۔

[2] سورہ انعام (آیت: ۱۷۳)۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

''قل هذه سبيلي أدعو إلى الله على بصيرة أنا ومن اتبعني ''[1]
''کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے میں خدا کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر، میں بھی (لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی''۔

ان آیتوں میں اتباع سے مراد ہر مسلمان کا اس نصابِ تعلیم پر عمل پیرا رہنا ہے۔

علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی (۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء) کتاب ''الموافقات'' میں رقمطراز ہیں:

«فالقرآن علىٰ اختصاره جامع، ولا يكون جامعا إلا والمجموع فيه أمور كليات؛ لأن الشريعة تمت بتمام نزوله؛ لقوله تعالى:اليوم أكملت لكم دينكم الآية. وأنت تعلم أن الصلاة والزكاة والجهاد وأشباه ذلك لم يتبين جميع أحكامها في القرآن، إنما بينته السنة، وكذلك العاديات من الأنكحة والعقود والقصاص والحدود وغيرها»[2].

قرآن مجید مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے، اور جامع کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کلیات مذکور ہیں، کیونکہ شریعت اس کے پورے نازل ہونے پر مکمل ہوگئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اليوم أكملت لكم دينكم ''(آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا) اور تم جانتے ہو کہ نماز، زکاۃ، جہاد اور اسی طرح کی اور عبادات جن کے تمام احکام قرآن مجید میں بیان نہیں ہوئے، ان کو صرف سنت نے بیان کیا ہے، اسی طرح سے عادی امور نکاح، معاملات، قصاص اور حدود وغیرہ ہیں۔

---

[1] سورہ یوسف (آیت:۱۰۸)۔

[2] الموافقات فی أصول الشریعۃ، للشاطبی: (۳/۳۶۷)، طبعہ قاہرہ۔

علامہ شاطبیؒ کے مذکورہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس امت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے دین کی تکمیل فرما کر اس کی حفاظت کا بھی عجیب وغریب انتظام کیا۔

۱- قرآن مجید کو تحریف لفظی سے محفوظ رکھنے کے لیے مؤمنین کے سینوں کو اس کا محافظ بنا دیا اور اس کے رسم الخط کو بھی محفوظ ومخصوص کردیا، اس قرآن ہی کی بدولت فن خطاطی کو دنیا میں دلکشی اور پذیرائی ملی۔

۲- رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل اور خاموشی وانکار کو حجت بنا کر معانی قرآن میں تحریف کا ہمیشہ کے لیے دروازہ بند کردیا۔

یہی وجہ ہے کہ امت میں قرآن پاک کے نت نئے معانی کرنے والوں کو کبھی بھی کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔

معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ کو اپنی عمر کے چالیسویں سال ۶۱۱ عیسوی میں نبوت سے نوازا گیا اور اس کے بعد تین سال تک فترت کا زمانہ رہا، جس میں وحی نازل نہیں ہوئی، اس کے بعد وحی کا سلسلہ جاری ہوا۔[1]

دارارقم:

۶۱۴ عیسوی میں سابقین اولین میں سے حضرت ارقم بن ابی الارقم (۵۳ / ۵۵ھ) نے اپنا مکان جو کوہ صفا پر واقع تھا، اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں رہنے کے لیے پیش کیا، یہ مکان دار ارقم کے نام سے مشہور ہے،[2] اس کے دو حصے کیے گئے تھے، پہلے حصے میں رسول اللہ ﷺ کا قیام تھا اور دوسرا حصہ درسگاہ تھی، یہ اسلام میں سب سے پہلی درسگاہ تھی

---

[1] سیرت ابن ہشام: (۱/۲۵۱، ۲۵۲، ۲۶۰)، مطبعہ حجازیہ، قاہرہ۔

[2] طبقات ابن سعد: (۳/ ۲۴۲)، دار صادر، بیروت۔

جہاں شب وروز مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے جو مسلمان ہوتا، اس کی تعلیم وتربیت دارِارقم میں کی جاتی تھی۔

۱- یہی وہ مبارک مکان ہے جہاں رات دن کتاب اللہ کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔

۲- یہاں قرآن قلمبند کرایا جاتا تھا۔

۳- رات دن پڑھایا اور سمجھایا جاتا تھا۔

۴- اسے یاد کیا اور کرایا جاتا تھا۔

۵- ضرورت کے مسائل بتائے جاتے اور ضروری تشریح کی جاتی تھی۔

دن رات میں جس موقع پر قرآن اترتا، رسول اللہ ﷺ اسے لکھواتے، محفوظ کراتے [۱] اور اسے پڑھنا پڑھانا، سمجھانا اور اس پر عمل کرانا اور مسلمانوں تک پہنچانا رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی میں داخل تھا اور اس امر کا اعتراف واحساس مشرکین کو بھی تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فرقان میں مشرکین کا قول نقل فرمایا:

«وقالوا أساطير الأولين اكتتبها فهي تملى عليه بكرة وأصيلا»[۲].

''اور مشرکین کہتے ہیں کہ یہ تو پچھلے لوگوں کی لکھی ہوئی کہانیاں ہیں جو اس شخص نے لکھوائی ہیں اور صبح وشام وہی اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں''[۳]۔

مذکورہ بالا امور کا یہی جملہ شاہدِ عدل ہے۔

---

[۱] البرہان فی علوم القرآن للزرکشی (۱/۲۴۱) عیسی البابی الحلبی۔

[۲] سورہ فرقان (آیت:۵)۔

[۳] یہ ''سورہ فرقان'' کی آیت ہے، جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت پوری کی پوری مکی ہے، ابن عباسؓ (۶۸ھ) اور قتادہؒ (۱۱۷/۱۱۸ھ) کے نزدیک اس میں تین آیتیں ﴿والذين لا يدعون﴾ سے ﴿غفورا رحيما﴾ تک مدنی ہیں، اس قول کے مطابق بھی مذکورہ آیت مکی ہے، تفسیر قرطبی (۱/۱۳)، دارالکتب المصریہ، قاہرہ۔

اسلام میں املاء کی اہمیت اور شب و روز (DAY AND NIGHT) کالج کا افتتاح:

اوپر ذکر کی ہوئی آیت سے ثابت ہوا کہ لکھنا پڑھنا انسانی علوم کی ترقی کا پہلا زینہ ہے، اس سے علوم کی تدوین عمل میں آتی ہے، اس سے دور و نزدیک ہر جگہ علم کا چرچا ہوا اور گوشہ گوشہ میں کتب خانوں کی داغ بیل پڑتی گئی، اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ لکھنے لکھوانے، پڑھنے پڑھانے اور املاء و درس کا اہتمام نبوّت کے ابتدائی دور سے کیا جاتا تھا۔

چنانچہ:

۱- جو چیز بھی ملتی اس پر لکھواتے۔

۲- اسے محفوظ کراتے تھے۔

۳- صبح و شام (DAY AND NIGHT) اس کا درس دیتے۔ (کالج اور مدرسہ قائم کرتے تھے)۔

۴- اسے یاد کراتے تھے۔

۵- سنتے سناتے تھے۔

۶- اصلاح فرماتے تھے۔

۷- اسلامی قلمرو میں املاء پریس کی ایجاد سے پہلے تک تعلیم و تعلم اور علوم و فنون کی اشاعت کا کامیاب ترین ذریعہ اور مسلم قوم کا شعار رہا ہے۔

۸- اسلامی قلمرو میں اس نے تعلیمی انقلاب پیدا کیا۔

۹- اس املاء اور پڑھنے پڑھانے کی برکت سے روزِ اوّل ہی سے تمام علوم قیدِ تحریر میں آنے لگے۔

۱۰- اس کی بدولت عرب جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ علومِ قرآن اور علومِ شریعت میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

اسلام میں کتب خانے کا آغاز:

مذکورہ بالا آیت کی گواہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں کتب خانے کا آغاز قرآن مجید سے درسگاہ دارِارقم میں ہوا، جہاں شب وروز درس وتدریس، تعلیم وتعلم اور علمِ دین کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا تھا۔

سر تھامس آرنلڈ مستشرق کا دارِارقم کے سلسلے میں بیان ملاحظہ فرمائیں:

"غالباً قریش کی مخالفت کی اسی شدت کے پیش نظر رسول کریم ﷺ نے اپنے عہدِ رسالت کے چوتھے سال حضرت ارقم ؓ کے گھر میں اقامت اختیار فرمائی، حضرت ارقم ؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی، ان کا مکان ایک ایسی مرکزی جگہ پر واقع تھا جہاں اکثر زائرین اور مسافروں کی آمد ورفت رہتی تھی، رسول خدا ﷺ اس جگہ امن وامان کے ساتھ بغیر کسی مزاحمت کے ان لوگوں کو اسلام کی تبلیغ فرما سکتے تھے جو حق کی تلاش میں آپ کے پاس آتے تھے، وہ ایام جب آنحضرت ﷺ حضرت ارقم ؓ کے مکان میں فروکش تھے، مکہ مکرمہ میں دعوتِ اسلام کے اعتبار سے بہت اہم ہیں، کیونکہ بہت سے لوگوں نے اسی زمانے میں دین اسلام قبول کیا"[1]۔

اسی وجہ سے ایسی جگہ پر کتب خانہ بنایا جاتا ہے، جہاں آسانی سے لوگوں کی رسائی ہو۔

دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب:

قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو ابتدائی زمانے سے اب تک سب سے زیادہ پڑھی اور لکھی جاتی اور شائع ہوتی رہی ہے، جس زمانے میں رسول اللہ ﷺ دارِارقم میں رہائش پذیر تھے (یعنی ۶۱۴ء سے) آج تک سب سے زیادہ پڑھی، لکھی اور یاد رکھی جاتی ہے، لہذا

---

[1] دعوت اسلام: ٹی ڈبلیو آرنلڈ، ترجمہ: نعیم اللہ ملک، ص: ۲۸، نشریات اردو بازار، لاہور۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے فاضل مقالہ نگار کا قرآن کریم کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ صرف انیسویں صدی میں دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، درست نہیں، بلکہ ۶۱۴ء سے لے کر آج تک قرآن کو سب سے زیادہ پڑھا اور لکھا جاتا رہا ہے۔

اسلامی قلمرو میں نصابِ تعلیم کا اوّلین ماخذ:

قرآنِ کریم میں رسول اللہ ﷺ کی چار صفات ذکر کی گئی ہیں۔

«يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة»[1].

''جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں''۔

اس آیت میں حضور ﷺ کی چار ذمہ داریوں کا ذکر ہے:

۱- قرآن پڑھنا پڑھانا۔

۲- تزکیہ یعنی لوگوں کے اخلاق واعمال، معاملات ومعاشرت، اور زندگی کے ہر گوشے کو درست رکھنا اور اس کی تعلیمات پر کمر بستہ رہنا۔

۳-قرآن کریم کی تعلیم دینا (اس کے احکام کی تشریح کرنا)۔

۴-سنت کی تعلیم دینا (اس کا عملی نمونہ پیش کرنا)۔

رسول اللہ ﷺ ناخواندہ اوران پڑھ قوم میں بھیجے گئے تھے، خود بھی امّی تھے، پڑھے لکھے نہ تھے اور جن کی طرف بھیجے گئے، وہ بھی ان پڑھ تھے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

«هو الذي بعث في الأميين رسولا منهم»[2].

---

[1] سورہ آل عمران (آیت: ۱۶۴)۔

[2] سورہ جمعہ (آیت: ۲)، یہ آیت اگرچہ مدینہ میں نازل ہوئی، لیکن مفہوم کے اعتبار سے مکی زندگی پر بھی صادق آتی ہے۔

''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں اُن ہی میں سے (محمد کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا''۔

دوسری جگہ قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورہ عنکبوت میں فرمایا ہے:

«وما كنت تتلو من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك إذا لارتاب المبطلون»[۱].

''اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے، ایسا ہوتا تو اہلِ باطل ضرور شک کرتے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«إنا أمة أمية لا نحسب ولا نكتب»[۲].

''ہم ان پڑھ قوم ہیں، نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ گن سکتے ہیں''۔

اس لیے ان کے لیے یہ چار چیزیں نصابِ تعلیم مقرر کی گئی تھیں، جس طرح اللہ کے اوامر ونواہی پر عمل کرنا ضروری ہے، ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر ونواہی پر بھی عمل کرنا فرض اور ضروری ہے۔

قرآن کریم نصابِ تعلیم کا اوّلین ماخذ ہے۔

نصابِ تعلیم کا دوسرا ماخذ:

جیسے جیسے قرآن اترتا رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شرح اور وضاحت کرتے رہے، چنانچہ قرآن میں اقامتِ صلوٰۃ کا حکم ہے، لیکن اس کی تفصیل کہ کن اوقات میں نمازیں پڑھی جائیں، کتنی رکعتیں پڑھی جائیں اور کس طریقے سے پڑھی جائیں، قرآن میں مذکور نہیں ہے، اس کی تمام تفصیلات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور سکوت سے نمایاں اور روشن

---

[۱] سورۂ عنکبوت (آیت:۴۸)۔

[۲] سنن أبي داود: (۱/۳۴۳)، مکتبہ رحمانیہ۔

ہیں، اسی طرح زکاۃ، خرید وفروخت، نکاح وطلاق، جہاد، مالِ غنیمت اور زہد واخلاق کا حکم قرآن میں موجود ہے، لیکن ان کی تفصیلات اور دیگر شعبہائے زندگی میں کیونکر رہنمائی حاصل کی جائے، اس سے آگاہی پیغمبر ﷺ کی ذات مبارک ہی کے ذریعے ہوئی ہے، (البتہ ان احکام میں سے نفل، مستحب، سنت اور واجب وغیرہ کی تعیین کرنا مجتہد کا کام ہے)۔

اس قانونِ ہدایت کے مقنّنِ اعظم نے محض الفاظ کی تعلیم فرما کر معانی کو آزاد نہیں چھوڑا تھا، بلکہ اس نے اس کی تعبیر وتفسیر کا حق اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو عطا کیا تھا اور حضور ﷺ کے ہر قول وفعل، خاموشی وانکار کو ہمیشہ کے لیے حجت بنا دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے سمجھانے کا اس طرح حق ادا کیا کہ:

۱- حضور ﷺ نے اجمال کی تفصیل فرمائی۔

۲- ابہام کی وضاحت کی۔

۳- اطلاق کی تقیید فرمائی۔

۴- اشتراک کی تعیین فرمائی۔

۵- منشا الہی کو بتایا۔

۶- غرض وغایت کو سمجھایا۔

۷- کلام الہی کے مرادی معنی کو بیان فرمایا۔

۸- اس پر عمل کر کے دکھایا۔

۹- محض ۲۳ سال کی مختصر سی مدت میں سارے جزیرۃ العرب کو بقعہ نور بنا دیا۔

چنانچہ جب سورہ انعام کی درج ذیل آیت مبارکہ نازل ہوئی:

«الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم بظلم أولئك لهم الأمن وهم مهتدون»[1].

---

[1] سورہ أنعام (آیت: ۸۲)۔

''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا، ان کے لئے امن (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں''۔

صحابہؓ باوجود اہلِ لسان ہونے کے اس آیت کا مطلب نہیں سمجھ سکے اور ڈر گئے کہ ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے کوئی بھی خطا کر کے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا، جب کہ اس آیت میں عذاب سے نجات کی شرط ہی یہ رکھی ہے کہ ایمان کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہ ہو۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اس میں ظلم سے مراد شرک ہے، جیسا کہ سورہ لقمان کی اس آیت:

«إن الشرك لظلم عظيم».

''شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے''۔

میں شرک کو ظلم کہا گیا ہے [1]۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات نصابِ تعلیم کا ثانوی ماخذ ہے، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اتباع کی آیات سے واضح ہے۔

امّتِ مسلمہ کا ابدی نصابِ تعلیم:

سورہ احزاب میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا'' [2].

''تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ خدا کا کثرت سے ذکر کرتا ہو''۔

---

[1] تفسیرِ بغوی: (۲/ ۱۱۲)، دار المعرفہ، بیروت۔

[2] سورہ اَحزاب (آیت: ۲۱)۔

لفظ اسوہ کو مکی زندگی میں اتباع سے تعبیر کیا گیا ہے، مسلمانوں کا نصابِ تعلیم رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک میں جو اسوہ ہے وہ حسب ذیل تین باتوں کا مجموعہ ہے:

۱- قول وگفتار۔

۲- عمل وکردار۔

۳-سکوت وخاموشی اور انکار وگرفت، جسے محدثین کی اصطلاح میں تقریر کہتے ہیں [1]۔

جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اس کی دلیل مالک بن حویرث (۷۴ھ) کی یہ حدیث ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، بیس دن تک وہاں مقیم رہا، جب حضور ﷺ کو خیال ہوا کہ ہمیں اپنے گھر والوں کی یاد ستانے لگی ہے، تو ہمیں اپنے گھروں میں جانے کی اجازت دے کر فرمایا: «صلوا کما رأیتموني أصلي» [2]۔

"تم ایسے نماز پڑھتے رہنا جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے"۔

«صلوا» قول ہے، جس سے حضور ﷺ کے قول وفرمان کا حجت ہونا معلوم ہوا اور اگلا حصہ «کما رأیتموني أصلي» عمل کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے نماز کے سلسلے میں اپنے عمل کو نمونہ بنا کر اپنی پیروی کا حکم دیا، اس سے رسول اللہ ﷺ کے عمل وکردار

---

[1] مقدمہ ابن صلاح: النوع الثامن، (ص ۳۲)، دار الکتاب العربي، بیروت، شرح نخبۃ الفکر (ص ۱۰۸و۱۰۹)، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الآذان، (۸۸/۱)، کتاب الآداب، (۸۸۸/۲)، کتاب أخبار الآحاد، (۱۰۷۶/۲)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

کا حجت ہونا معلوم ہوا۔

انکار وگرفت کے حجت ہونے کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۵۷/۵۹ھ) کی وہ روایت ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہو کر جلدی جلدی نماز پڑھنے لگا، وہ رکوع وسجود صحیح طریقے سے ادا نہیں کر رہا تھا، نماز سے فارغ ہو کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دے کر فرمایا:

«ارجع فصلِّ فإنك لم تصلِّ».
''جاؤ دوبارہ نماز پڑھو، کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی''۔

اس نے جا کر پھر نماز پڑھی اور واپس آ کر سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور دوبارہ وہی ارشاد فرمایا، وہ دوبارہ گیا اور اسی طرح سے نماز پڑھی اور واپس آ کر سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی بات دہرائی، اس نے عرض کیا:

«والذي بعثك بالحق ما أحسن غيره فعلمني».
''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس سے بہتر طریقے سے نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے بتایئے کہ مجھ سے کیا کوتاہی ہوگئی؟''۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تعدیلِ ارکان بتائے کہ نماز اطمینان سے پڑھی جائے اور ہر رکن کو اچھی طرح سے ادا کیا جائے [1]۔

اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیلِ ارکان نہ کرنے کی وجہ سے اس صحابی رضی اللہ عنہ پر گرفت ونکیر کی اور اسے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ احزاب سے لوٹے تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھیں، راستے میں جب نماز کا وقت ختم ہونے لگا تو بعض صحابہ نے نماز

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الاذان، (۱/۱۰۴ و۱۰۵ و۱۰۹)، کتاب الاستیذان، (۲/۹۲۴)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

راستے میں ہی پڑھ لی، جب کہ بعض نے بنو قریظہ میں جا کر پڑھی، حضور ﷺ کو جب اطلاع پہنچی تو آپ نے کسی پر بھی نکیر نہ فرمائی، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

عن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم يوم الأحزاب: «لا يصلين أحد العصر إلا في بني قريظة» فأدرك بعضهم العصر في الطريق، فقال بعضهم: لا نصلي حتى نأتيها، وقال بعضهم: بل نصلي، لم يرد منا ذلك، فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فلم يعنف واحدا منهم[1].

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی خاموشی اور انکار وگرفت بھی امّت کے لیے حجت اور نمونہ ہے۔(جیسا کہ نکاح کے موقعہ پر دلہن کا سکوت اس کی رضامندی کی دلیل ہے)۔

اس لیے جب سن ۱۰ھ میں حضور ﷺ نے حج کیا تو بیت اللہ کا طواف اور دیگر ارکانِ حج اونٹ پر بیٹھ کر ادا کیے تا کہ صحابہؓ حضور ﷺ کے افعال واعمال کو اچھی طرح دیکھ کر اس پر عمل پیرا رہیں[2]۔

تعلیم وتربیت کے مذکورہ بالا تین اصول (قول، فعل، سکوت وانکار) فطری، ابدی اور عالمگیر اصول ہیں، جو دنیا کے ہر علم وفن میں ہر جگہ برابر جاری وساری ہیں، ہر فن کے طلبہ کی تعلیم وتربیت آج بھی دنیا میں ان تین اصول اور طریقوں کے اندر دائر وسائر ہیں۔

نصابِ تعلیم کا تیسرا ماخذ:

دنیا کے جتنے ابواب علم وفن ہیں، جتنی بھی نئی چیزیں آ رہی ہیں اور علم وفن میں نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں، وہ سب انہیں تین اصول میں دائر وسائر ہیں، مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم اور مورچوں میں نماز پڑھنا وغیرہ، اس کا نام اجتہاد ہے اور یہ نصابِ تعلیم کا تیسرا

---

[1] صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الأحزاب، (۲/۵۹۱)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[2] البدایہ والنہایہ: (۵/۲۰۹)، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔

ماخذ ہے، جس پر امام ترمذیؒ (۲۷۹ھ) کی کتاب ''جامع الترمذی'' شاہدِ عدل ہے۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ (۱۸ھ/۶۳۹ء) کو جب یمن بھیجا تو ان سے پوچھا تھا کہ تم مسائل کیسے حل کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ میں ان کو کتاب اللہ کے ذریعے حل کروں گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں اس مسئلہ کا حل نہ ملے، کیونکہ قرآن میں تمام احکام کی تفصیل نہیں اور نزول بھی مکمل ہو چکا، جیسا کہ ارشاد ہے:

«اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا» [۱].

''(اور) آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا''۔

اس سے یہ سمجھایا کہ کتاب اللہ پوری اتر چکی ہے، اس میں قیامت تک کچھ اضافہ نہیں ہوگا تو پیش آمدہ مسائل کو کیسے حل کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ میں سنّت سے ان مسائل کو حل کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی ہمیشہ نہیں رہوں گا، نصوص بھی محدود ہیں اور میری سنت بھی محدود، حوادث ونوازل غیر محدود ہیں، یعنی زمانہ ترقی پذیر ہے، نئے نئے مسائل پیش آتے رہیں گے، انہیں کیسے حل کرو گے؟ اس پر حضرت معاذؓ نے کہا کہ میں اس ملکہ فن (اجتہاد) سے مسائل حل کروں گا، جو میں نے آپ سے سیکھا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

«الحمدُ لله الذي وَفَّق رسولَ رسولِ الله لما يَرضَى رسولُ الله». [۲]

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جس نے پیغمبر کے قاصد کو ایسے کام کی توفیق بخشی جس کو اس کا پیغمبر پسند کرتا ہے''۔

---

[۱] سورہ مائدہ (آیت: ۳)۔

[۲] سنن أبي داود، باب اجتهاد الرأي في القضاء، (۳/۳۳۰) رقم الحديث (۳۵۹۴)، ط: دار الكتاب العربي بيروت۔

پھر سرکارِ دوعالم ﷺ نے انہیں رخصت کیا اور فرمایا کہ اے معاذؓ! شاید تم مجھے آئندہ سال نہ پاؤ۔

ائمہ مجتہدین کے مذاہب کا ظہور:

اس اجتہاد کی بدولت ائمہ کرام اور مجتہدین کے مختلف مذاہب وجود میں آئے، جن کا مذہب امام ترمذیؒ نے سنن ترمذی میں جگہ جگہ ذکر کیا ہے، اب ان میں سے صرف چار مذاہب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی زندہ ہیں، ان کے فقہاء اور مجتہدین اس اجتہاد کے ذریعے مسائل حل کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی حل کرتے رہیں گے۔

اس اجتہاد کی راہنمائی کے لیے مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

بخاری شریف میں ہے کہ عہدِ رسالت کے نامور مجتہد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (۳۲ھ/ ۶۵۳ء) کی خدمت میں بنو اسد کی ایک خاتون تشریف لائیں، جن کی کنیت امّ یعقوب تھی، وہ قرآن بہت پڑھا کرتی تھیں، اس نے کہا کہ مجھے آپ کی طرف سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ گودنے اور گودوانے والی عورت، چہرے کے بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے والی اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان خلا چھوڑنے والی عورت پر لعنت بھیجتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہو، میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں، اس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے، اس عورت نے کہا کہ میں قرآن پڑھتی رہتی ہوں، مجھے اس کا ذکر کہیں نہیں ملا، ابنِ مسعودؓ نے فرمایا کہ غور سے قرآن پڑھتیں تو ضرور ملتا، قرآن میں ہے:

«ما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا». [1]

''جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو''۔

اس عورت نے کہا کہ یہ کام تو آپ کی اہلیہ بھی کرتی ہے، انہوں نے کہا کہ اندر جا کر دیکھ

---

[1] سورہ حشر (آیت: ۷)۔

لو، وہ اندر گئی اور واپس آکر کہا کہ آپ کی بیوی پر اس قسم کا کوئی اثر نہیں ہے۔[۱]

اس واقعہ میں ابنِ مسعودؓ نے مذکورہ آیت سے استدلال کر کے یہ سمجھایا کہ اس میں لفظ ''ما'' عام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کا حکم دیا، جو افعال کر کے دکھائے اور جن افعال پر سکوت فرمایا، وہ ''مَا آتَاکُمْ'' میں آگئے اور جن چیزوں سے منع فرمایا اور نکیر کی، وہ ''مَانَہَاکُمْ'' میں آگئیں، اس سے عہدِ رسالت میں صحابہ کا طرزِ تعلیم معلوم ہوا کہ وہ عام لوگوں کو کس طرح بات سمجھاتے تھے۔

نیز اس واقعہ سے اس بات پر بھی خوب روشنی پڑتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوّلین صحابہؓ کی کیسی فقہی تربیت کی تھی، کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ مکی صحابی ہیں اور سابقین اوّلین میں ان کا شمار ہوتا ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دور کی تربیت کا اثر اور نتیجہ ہے، جس کا اس موقع پر ظہور ہوا، اس طرح دیگر مکی صحابہؓ کا حال تھا، ان کی تربیت مکی دور میں خوب ہوئی، البتہ اس کا ظہور اس وقت ہوا، جب بعد میں اس کا موقع آیا۔

اجتہادِ ائمہ اور مذاہب فقہیہ کا تنوع:

اس کا نام اجتہاد ہے، مجتہد قرآن کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے استدلال کرتا ہے، اس طرح امّت اجتہاد کی راہ سے نت نئے مسائل کو حل کرتی رہی ہے، اگر اجتہاد نہ ہوتا تو شریعت ابدیت سے محروم ہو جاتی، چنانچہ اس اجتہاد میں ہر مجتہد کا نقطہ نظر جداگانہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے باہمی اختلاف رونما ہوتا ہے، بنی نوع انسان کا ذہن اللہ تعالی نے یکساں نہیں بنایا ہے، کسی کی نظر کسی گوشہ پر ہوتی ہے اور کسی کی کسی گوشہ پر، اس وجہ سے آج بھی ججوں میں اختلاف ہوتا رہتا ہے، کیونکہ نتائج اخذ کرنے میں ہر ایک کا نقطہ نظر جداگانہ ہوتا

---

[۱] صحیح بخاری: کتاب التفسیر، (۷۲۵/۲)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

ہے، ہر ایک کا ذہن سو (۱۰۰) ڈگری کا نہیں ہوتا، بلکہ کسی کا اسی (۸۰) ڈگری اور کسی کا ساٹھ (۶۰) ڈگری، کسی کا کم کسی کا زیادہ ہوتا ہے، اس وجہ سے مسائل میں اختلاف ہوا ہے اور مذاہب وجود میں آئے ہیں، چنانچہ امام ترمذیؒ نے اپنی مقبول کتاب ''جامع الترمذی'' میں کم وبیش ستتر (۷۷) حضرات کے اقوال وآراء اور مذاہب نقل کیے ہیں، جن میں سے چھبیس (۲۶) فقہاء صحابہ کرامؓ، چھبیس (۲۶) تابعینؒ، اٹھارہ (۱۸) تبع تابعینؒ اور سات (۷) تبعِ تابعینؒ سے علم وفقہ حاصل کرنے والے حضرات ہیں۔

ذیل میں ان میں سے ہر ایک کا نام، تاریخِ وفات اور آراء وفتاوی کی تعداد ہدیہ ناظرین ہے۔

جامع ترمذی میں ذکر کردہ فقہاء اور ان کے آراء وفتاویٰ کی تعداد:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

نمبر شمار	نام	وفات	فتاویٰ کی تعداد
۱	حضرت ابو بکر صدیقؓ	۱۳ھ	۱۶
۲	حضرت عمر بن خطابؓ	۲۳ھ	۴۳
۳	حضرت عثمان بن عفّانؓ	۳۵ھ	۱۲
۴	حضرت علی بن ابی طالبؓ	۴۰ھ	۲۶
۵	حضرت ابی بن کعبؓ	۳۰ھ	۶
۶	حضرت اُسید بن حُضیرؓ	۲۱/۲۰ھ	۱
۷	حضرت انس بن مالکؓ	۹۳/۹۱ھ	۸
۸	حضرت ابو بکرہؓ	۵۲/۵۱ھ	۲
۹	حضرت جابرؓ	۷۴ھ	۷
۱۰	حضرت ابو درداءؓ	۳۲/۳۱ھ	۲
۱۱	حضرت ابوذر غفاریؓ	۳۲ھ	۱
۱۲	حضرت رافع بن خدیجؓ	۷۴ھ	۱
۱۳	حضرت زید بن ثابتؓ	۵۶ھ	۵
۱۴	حضرت ابو سعید خدریؓ	۷۴ھ	۱
۱۵	حضرت عائشہؓ	۵۸ھ	۱۱
۱۶	حضرت عبادہ بن صامتؓ	۳۴ھ	۱

۱۷	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ	۷۳ھ	۳
۱۸	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۶۸ھ	۳۰
۱۹	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۷۴ھ	۳۲
۲۰	حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ	۶۵ھ	۲
۲۱	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	۳۲ھ	۲۲
۲۲	حضرت عمار بن یاسرؓ	۳۷ھ	۱
۲۳	حضرت عمران بن حُصینؓ	۵۲ھ	۱
۲۴	حضرت ابو محذورہؓ	۷۹ھ	۱
۲۵	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	۴۴/۵۱ھ	۱
۲۶	حضرت ابو ہریرہؓ	۵۹ھ	۱۰

تابعینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

نمبر شمار	نام	وفات	فتاویٰ کی تعداد
۱	حضرت قاضی شریحؒ	۷۵/۷۸ھ	۳
۲	حضرت علی بن حسینؒ	۹۲/۹۴ھ	۱
۳	حضرت جابر بن زیدؒ	۹۳ھ	۱
۴	حضرت سعید بن مسیبؒ	۹۴ھ	۷
۵	حضرت ابراہیم نخعیؒ	۹۵/۹۶ھ	۱۸
۶	حضرت سعید بن جبیرؒ	۹۵ھ	۵
۷	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	۱۰۱ھ	۳

۸	حضرت مجاہدؒ	۱۰۱/۱۰۲/۱۰۳ھ	۲
۹	حضرت عامر بن شراحیل شعبیؒ	۱۰۴ھ	۶
۱۰	حضرت ابوقلابہ عبداللہ بن زیدؒ	۱۰۴/۱۰۵ھ	۱
۱۱	حضرت سالم بن عبداللہؒ	۱۰۶ھ	۲
۱۲	حضرت طاؤسؒ	۱۰۶ھ	۲
۱۳	حضرت قاسم بن محمدؒ	۱۰۶/۱۰۹ھ	۱
۱۴	حضرت محمد بن سیرینؒ	۱۱۰ھ	۴
۱۵	حضرت حسن بصریؒ	۱۱۰ھ	۱۵
۱۶	حضرت مکحولؒ	۱۱۲/۱۱۸ھ	۱
۱۷	حضرت ابوجعفر محمد بن علیؒ	۱۱۴/۱۱۸ھ	۱
۱۸	حضرت عطاء بن ابی رباحؒ	۱۱۵ھ	۹
۱۹	حضرت نافع بن جبیرؒ	۱۱۶/۱۲۰ھ	۱
۲۰	حضرت قتادہؒ	۱۱۷/۱۱۸ھ	۱
۲۱	حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ	۱۲۰ھ	۱
۲۲	حضرت ابوبکر محمد بن مسلم ابن شہاب زہریؒ	۱۲۳/۱۲۵ھ	۳
۲۳	حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رائےؒ	۱۳۶ھ	۲
۲۴	حضرت یحیٰی بن سعید انصاریؒ	۱۴۳/۱۴۶ھ	۲
۲۵	حضرت جعفر بن محمد صادقؒ	۱۴۸ھ	۱
۲۶	حضرت ابوحنیفہؒ	۱۵۰ھ	۱

تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ

نمبر شمار	نام	وفات	فتاویٰ کی تعداد
۱	حضرت محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ	۱۵۰ھ	۳
۲	حضرت ابن جریجؒ	۱۵۳ھ	۱
۳	حضرت معمر بن راشدؒ	۱۵۷ھ	۱
۴	حضرت عبدالرحمن بن عمرو اوزاعیؒ	۱۶۴ھ	۲۲
۵	حضرت سلام بن ابی مطیعؒ	۱۷۵ھ	۱
۶	حضرت لیث بن سعدؒ	۱۷۹ھ	۱
۷	حضرت امام مالکؒ	۱۶۱ھ	۱۰۹
۸	حضرت سفیان بن سعید ثوریؒ	بعد ۱۸۰ھ	۱۹۶
۹	حضرت عباد بن عوامؒ	۱۸۱ھ	۱
۱۰	حضرت عبداللہ بن مبارکؒ	۱۹۴ھ	۱۲۹
۱۱	حضرت عمر بن ہارونؒ	۱۹۸/۱۹۶ھ	۱
۱۲	حضرت وکیع بن جراحؒ	۱۹۸ھ	۱۱
۱۳	حضرت عبدالرحمن بن مہدیؒ	۱۹۸ھ	۴
۱۴	حضرت سفیان ابنِ عیینہؒ	۱۹۸ھ	۶
۱۵	حضرت یحییٰ بن سعید القطانؒ	۲۰۳ھ	۱
۱۶	حضرت نضر بن شمیلؒ	۲۰۴ھ	۳

۱۷	حضرت امام شافعیؒ	۲۰۴ھ	۳۱۵
۱۸	حضرت ابوعبدالرحمن مقریؒ	۱۴۸ھ	۲

تبعِ تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ

نمبر شمار	نام	وفات	فتاویٰ کی تعداد
۱	حضرت عبداللہ بن زبیر حُمیدیؒ	۲۱۹/۲۲۰ھ	۱
۲	حضرت ابومصعب مدنیؒ	۲۲۰ھ	۱
۳	حضرت ابوعبید قاسم بن سلامؒ	۲۲۴ھ	۲
۴	حضرت اسحاق بن راہویہؒ	۲۳۸ھ	۳۴۲
۵	حضرت احمد بن حنبلؒ	۲۴۱ھ	۳۵۱
۶	حضرت احمد بن منیعؒ	۲۴۴ھ	۱
۷	حضرت ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمنؒ	۲۵۵ھ	۱

یہ مذاہب امام ترمذیؒ نے اس لیے نقل کیے ہیں کہ ان میں سے جس مذہب پر بھی کوئی عمل کرے گا، وہ نجات پائے گا، اگرچہ جس امام اور مجتہد کا اس نے مذہب اختیار کیا ہے، وہ خطا پر ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کوئی حاکم و مجتہد کسی مسئلے میں اجتہاد کرے، اگر درست ہو تو اسے دو اجر ملیں گے اور اگر اجتہاد میں خطا ہوگئی پھر بھی اسے ایک اجر ملے گا۔[1] اگر اسے خطا پر اجر نہ ملتا تو پھر اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتا اور شریعت دائمی نہ رہ سکتی۔

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الاعتصام، باب أجر الحاکم إذا اجتھد فأصاب أو أخطأ، (۲/۱۰۹۲)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

فقہاء اور محدثین میں فرق:

حضور ﷺ نے محدثین کی شان میں ارشاد فرمایا ہے:

«نضر الله امرءا سمع مقالتي فحفظها وأداها إلى من سمعها، فرب حامل فقه غير فقيه، ورب حامل فقه إلى من هو افقه منه»[1]

''اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو سرسبز وشاداب رکھے، جس نے میری بات کو سنا، اسے یاد کیا اور اسے دوسروں تک پہنچایا، بسا اوقات جس تک فقہ کی بات پہنچائی جائے، وہ پہنچانے والے سے زیادہ فقیہ (معنی کی تہ تک پہنچنے والا) ہوتا ہے''۔

فقہاء کی فضیلت کے متعلق ارشاد ہے:

«من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين»[2]

''جس شخص سے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ اور فقاہت عطا فرماتا ہے''۔

اس سے فقہاء اور مجتہدین کی برتری اور افضلیت ظاہر و باہر ہے، اس لیے حضور ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی تھی کہ نماز میں مجھ سے وہ لوگ قریب رہا کریں جو اولوا الاحلام والنہیٰ (بات کی تہہ تک پہنچنے والے اور سمجھدار) ہوں۔[3]

فقہاء کی فضیلت کی دلیل اور صحابی رسول ﷺ کا ادب:

یہی وجہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ سے نماز میں بھول ہو گئی یعنی چار رکعت والی نماز میں پہلے قاعدہ میں سلام پھیر دیا، ایک صحابی ذوالیدین[4] کا ادب ملاحظہ فرمائیں، سلام

---

[1] سنن أبي داود: كتاب العلم، باب فضل نشر العلم، (۴/ ۲۴۴)، مؤسسة الريان، بيروت۔

[2] صحیح بخاری: كتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل، (۱/ ۱۶)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[3] جامع ترمذی: أبواب الصلوة، باب ما جاء ليلني منكم أولو الأحلام والنهى، (۱/ ۵۳)، المیزان، لاہور۔

[4] ان کو ذوالیدین اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے دونوں بازو دوسرے اعضاء کے تناسب سے کچھ بڑھے ہوئے تھے۔

پھیرنے کے بعد فرمایا:

«أقصرت الصلاة أم نسيت يا رسول الله».

''کیا چار رکعت والی نماز دو رکعت ہوگئی ہے یا حضور ﷺ سے بھول ہوگئی ہے''۔

اس جملے میں ذوالیدین ؓ نے ادب کا لحاظ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی طرف نسیان کی نسبت کو بعد میں ذکر کیا اور اختصار صلوۃ کا ذکر پہلے کیا، یہ ہے صحابہ ؓ کا ادب جن کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت نے ایسا مہذب بنا دیا تھا، جو اس سے پہلے ایک دوسرے کی جان کے دشمن رہا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ بھول ہوئی ہے اور نہ چار رکعت والی نماز دو رکعت ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اُولوالاَحلام والنہیٰ (بات کی تہہ تک پہنچنے والے اور سمجھدار صحابہ) سے پوچھا، انہوں نے عرض کیا کہ بھول ہوگئی ہے، ان کی تصدیق کے بعد حضور ﷺ نے نماز مکمل فرمائی۔[1]

عمومِ بلویٰ کا حکم:

اس واقعہ سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ عمومِ بلویٰ کی صورت میں کسی ایک شخص کا قول معتبر نہیں، دیگر لوگ بھی تنبیہ فرمائیں اور موافقت کریں، تب وہ بات قابلِ قبول ہوگی۔

متن حدیث فقہاء کی نظر میں:

فقہاء ومجتہدین کا کام متنِ حدیث سے استنباط کرنا اور حکم بتانا ہے اس لیے وہ ہر متن سے اعتناء کرتے ہیں اور اس حدیث کو بھی نظر انداز نہیں کرتے جس کی سند میں اتصال نہیں پایا جاتا، اس لیے کہ قرنِ اول میں سارے صحابہ ؓ نے حدیث کا سماع حضور اکرم ﷺ سے نہیں کیا

---

[1] سنن أبي داود: كتاب الصلوة، (۱/ ۱۵۳)، مکتبہ رحمانیہ۔

(اس لئے کہ معاش کی وجہ سے سارے صحابہؓ کو فرصت ہی نہ تھی کہ وہ مستقل حاضر باش رہتے، ہاں کبھی زیارت کے لئے آجاتے تھے) لیکن روایت کی نسبت براہِ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی، صحابہؓ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، شرفِ صحابیت پایا، پھر جس کسی صحابی نے صحابی سے سنا، اس نے حدیث کے سننے کی نسبت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی، وہ فرماتے تھے کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے، پھر کسی صحابی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جھوٹ بولنا ثابت نہیں، وہ سب کے سب عادل اور سچے ہیں، قرآن کریم نے ان کے عادل ہونے کی تصدیق کی ہے۔

قرآن کی گواہی ہے:

«أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة وأجر عظيم»[1]

''خدا نے ان کے دل تقوی کے لیے آزمالیے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے''۔

اس لیے ان کے یہاں مرسل روایات زیادہ ہیں اور وہ سب قابلِ حجت ہیں، اس لیے تمام مجتہدینِ سابقین امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ مراسیل کو قابلِ حجت قرار دیتے ہیں، امام شافعیؒ بھی مراسیل کا مطلق انکار نہیں کرتے، وہ طویل زمانہ گزر جانے کی وجہ سے چند قیود کے ساتھ قابلِ حجت قرار دیتے ہیں۔

لفظ مجتہد کا صحیح محمل:

امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) سے رجال وغیرہ کی باتیں نقل کی ہیں، لیکن پوری کتاب میں کہیں ان کے فقہی مذہب کی طرف ہلکا سا بھی اشارہ نہیں کیا، اس سے یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ ان کا کوئی فقہی مذہب نہیں تھا اور نہ ہی وہ مجتہد تھے۔

مجتہد کا لفظ جس طرح مجتہد فی الفقہ کے لیے بولا جاتا ہے، اسی طرح مجتہد فی صناعۃ الحدیث کے لیے بھی بولا جاتا ہے، لہٰذا جہاں کہیں امام بخاری کے لیے مجتہد کا لفظ آیا ہے، اس

---

[1] سورہ حجرات (آیت:۳)۔

سے مراد مجتہد فی صناعۃ الحدیث ہی ہے، یہی زیادہ قرینِ قیاس ہے، یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگر ان کا مذہب منقول اور قابلِ ذکر ہوتا تو امام ترمذیؒ ضرور ان کا مذہب نقل کرتے، جب کہ پوری کتاب میں کہیں بھی ان کا مذہب اشارتاً یا کنایتاً مذکور نہیں ہے۔

مراسیل حسن بصری اور محدثین کرام:

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ حضراتِ محدثین حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) کی مراسیل کو قابلِ حجت نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ان جیسے ائمہ فن کی مراسیل ریح کی حیثیت رکھتی ہیں [۱] اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ ان کا اجتہاد اور مذہب قابلِ قبول اور قابلِ عمل قرار دیتے ہیں، اس لیے امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں ان کا مذہب نقل کیا ہے اور ماقبل میں یہ بات گزر گئی ہے کہ امام ترمذیؒ نے فقہاء و مجتہدین کے مذاہب کو اس لیے نقل کیا ہے کہ ان میں سے جس فقیہ کے مذہب پر کوئی عمل کرے گا وہ نجات پائے گا، جس سے ان کا مقام معلوم ہو جاتا ہے۔

لہٰذا جب حسن بصریؒ کا اجتہاد اور مذہب قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہے تو ان کی مرسل روایات بطریقِ اولی قابلِ قبول ہونی چاہئیں، بالخصوص جب کہ وہ جلیل القدر تابعی اور بلند پایہ مجتہد و فقیہ ہیں، بلند پایہ فقہاء میں ان کا شمار اس لیے ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کی دعا کا ثمرہ اور نتیجہ ہیں، [۲] بہت سے صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہے اور ان سے حدیثیں سنیں ہیں، چنانچہ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ سند کیوں نہیں بیان کرتے؟ فرمایا: "خراسان کے غزوے میں ہمارے ساتھ تین سو صحابہؓ شریک تھے، میں تمہارے سامنے کس کس کا نام لوں"۔

پھر اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ جب میں صحابی کا نام لیے بغیر "قال رسول اللہ ﷺ"

---

[۱] تدریب الراوی: (۱/ ۱۶۹)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[۲] جامع ترمذی: باب غسل المیت، (۱/ ۱۹۳)، المیزان، کراچی۔

کہہ کر حدیث نقل کرتا ہوں تو وہ علی بن ابی طالبؓ سے ہوتی ہے۔ [۱]

ایک موقع پر ارشاد فرمایا: جب کسی حدیث کو میں نے چار صحابہؓ سے سنا ہو تو اسے میں مرسلاً نقل کرتا ہوں۔ [۲]

اسی طرح ان سے یہ بھی منقول ہے: جب میں ''حدثني فلان'' کہوں، وہ حدیث میں نے ایک صحابی سے سنی ہوتی ہے اور جب میں ''قال رسول اللہ ﷺ'' کہہ کر کوئی حدیث نقل کرتا ہوں تو اسے میں نے ستر (۷۰) سے زیادہ صحابہؓ سے سنا ہوتا ہے۔ [۳]

ان جیسی صراحتوں کے باوجود محدثین ان کی مراسیل کو قابلِ قبول نہیں مانتے، یہ محدثین اور فقہاء کی نظر کا فرق ہے۔

سفیان ثوریؒ کی امام ابوحنیفہؒ سے موافقت:

امام ترمذیؒ نے جن فقہاء کا مذہب نقل کیا ہے ان میں سے ایک سفیان ثوریؒ (۱۶۱ھ) بھی ہیں، یہ اپنے زمانے کے یگانہ روزگار محدث اور نامور فقیہ و مجتہد تھے، ان کا فقہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) کے فقہی مذہب کے موافق ہے اور اکثر مسائل میں انہوں نے امام اعظمؒ کی اتباع و موافقت کی ہے۔

قاضی ابو یوسفؒ (۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

«سفيان الثوري أكثر متابعة لأبي حنيفة مني» [۴]

''سفیان ثوریؒ مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کرنے والے تھے''۔

چنانچہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے درجہ تخصص فی علوم الحدیث کے ایک

---

[۱] سیر اعلام النبلاء: (۴/ ۵۶۵)، موسسۃ الرسالہ، بیروت۔

[۲] تدریب الراوی: (۱/ ۱۶۸)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[۳] اصول السرخسی: (۱/ ۳۷۱)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[۴] الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء: (ص ۱۹۸)، مکتبہ غفوریہ، کراچی۔

طالب علم ''محمد عابد بن نور محمد'' نے ''موافقات سفيان الثوري لأبي حنيفة'' کے موضوع پر ایک مقالہ لکھا ہے، جس میں انہوں نے دوسو پچاس (۲۵۰) ایسے فقہی مسائل جمع کیے ہیں جن میں سفیان ثوریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی موافقت کی ہے اور صرف ستر (۷۰) ایسے مسائل ہیں جن میں انہوں نے امام صاحبؒ کی موافقت نہیں کی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے داؤد ظاہریؒ (۲۷۰ھ / ۸۸۳ء) کا مذہب اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا، یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام ترمذیؒ ظواہر کو فقہاء میں شمار نہیں کرتے، باوجودیکہ داؤد ظاہری ان کے ہم عصر اور اصحاب ظواہر کے بڑے بلند پایہ اور مشہور امام اور مجتہد ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ کے نزدیک ظاہری مذہب کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

سنن ترمذی کی خصوصیات:

محمد بن عبداللہ بن محمد، ابن عربیؒ (۴۶۸-۵۴۳ھ / ۱۰۷۶-۱۱۴۸ء) فرماتے ہیں:
جامع ترمذی میں چودہ (۱۴) علوم موجود ہیں۔

۱۔ احادیث کو ابواب پر مرتب کرنا جو عمل کے لیے زیادہ مفید ہے۔
۲۔ سند بیان کرنا۔
۳۔ صحیح کی وضاحت کرنا۔
۴۔ مشہور کی وضاحت کرنا۔
۵۔ سند کے طرق بیان کرنا۔
۶۔ رواۃ کی جرح پر بحث کرنا۔
۷۔ اس کی تعدیل بیان کرنا۔
۸۔ نام کی وضاحت کرنا۔

۹۔ کنیت بتانا۔

۱۰۔موصول کی وضاحت کرنا۔

۱۱۔مقطوع کی وضاحت کرنا۔

۱۲۔معمول بہ اور غیر معمول بہ کی صراحت کرنا۔

۱۳۔فقہاء کے اختلاف کو بیان کرنا۔

۱۴۔مرادِ حدیث بیان کرنا۔[1]

امام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن رشیدؒ (۶۵۷-۷۲۱ھ/۱۲۵۹-۱۳۲۱ء) نے مزید علوم کا اضافہ کیا ہے جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

۱۔ حدیث حسن کی وضاحت کی۔

۲۔حدیث غریب کو بیان کیا۔

۳۔متابعت اور انفراد کو بیان کیا۔

۴۔زیادتِ ثقات کی تعیین کی۔

۵۔مرفوع اور موقوف، مرسل اور موصول کی طرف توجہ دلائی۔

۶۔ مزید فی متصل الاسانید کی وضاحت کی۔

۷۔صحابہؓ کی ایک دوسرے سے روایت کو بیان کیا۔

۸۔ تابعین کی ایک دوسرے سے روایت کی طرف رہنمائی کی۔

۹۔ صحابی کی تابعی سے روایت کو واضح کیا۔

۱۰۔حدیث کے راویانِ صحابہ کی تعداد کی طرف اشارہ کیا۔

۱۱۔راوی کی صحابیت اور عدم شرف صحبت کو بتایا۔

---

[1] عارضۃ الاحوذی: (۱/۵)۔

۱۲۔ اکابر کی اصاغر سے روایت کی وضاحت کی۔

ان انواع میں سے ہر ایک نوع پر مستقل تصانیف موجود ہیں۔

حافظ ابوالفتح ابن سید الناسؒ (۶۷۱-۷۳۴ھ/۱۲۷۳-۱۳۳۴ء) فرماتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے علومِ ترمذی کے بیان میں جس کو ذکر نہیں کیا، اس میں:

۱۔ حدیث کے شاذ

۲۔ موقوف اور

۳۔ مدرج ہونے کی وضاحت کرنا بھی شامل ہے۔[1]

امام ترمذیؒ کی کتاب سابقہ امتیازات کے ساتھ درج ذیل خصوصیات کی بھی جامع ہے، صحاح ستہ میں اور کوئی کتاب ان خصوصیات سے آراستہ نہیں ہے۔

۱۔ ہر باب میں امام ترمذیؒ فقہاء کے مذاہب بالالتزام بیان کرتے ہیں۔

۲۔ ہر باب کا جداگانہ عنوان قائم کر کے اس کا ماخذ و مستدل بتاتے ہیں۔

۳۔ یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ اکثر فقہاء اور اہلِ علم کا اس پر عمل ہے۔

۴۔ یہ تنبیہ بھی کی ہے:

«وهم أعلم بمعاني الأحاديث».

”کہ فقہاء معانی حدیث کو زیادہ سمجھنے والے اور اس کی تہ تک سب سے زیادہ پہنچنے والے ہیں“۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی تھی کہ نماز میں مجھ سے وہ لوگ قریب رہا کریں جو اُولوا الأحلام والنہی (بات کی تہہ تک پہنچنے والے اور سمجھدار) ہیں۔[2]

۵۔ مسانید کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں فلاں صحابہؓ سے مروی ہے۔

---

[1] النفح الشذی: مقدمۃ المؤلف، (۱/ ۱۹۳ و ۱۹۴)۔

[2] جامع ترمذی: أبواب الصلوۃ، (۱/ ۵۳)، المیزان، لاہور۔

۶۔ حدیث کے معانی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

۷۔ ہر حدیث کا مرتبہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ صحیح، حسن، ضعیف ہے۔

۸۔ کہیں راوی کا نام، کنیت یا نسبت بھی بتاتے ہیں۔

۹۔ کسی سند میں علت یا اضطراب ہو، اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔

۱۰۔ احکام کی احادیث میں سے صرف وہ احادیث لاتے ہیں جن پر فقہاء کا عمل رہا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کا مرتبہ کتنا بلند ہے، اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ جو لوگ فتووں کو نہیں مانتے اور ائمہ کی تقلید کو شرک کہتے ہیں، انہیں بھی اس کتاب کو پڑھے پڑھائے بغیر اور فتاویٰ کے بغیر چارہ نہیں ہے، یہ تو فقہاء و مجتہدین کی آراء کا مجموعہ ہے۔

ے		ایں		چہ		بوالعجبی		است

عہدِ رسالت کا دائمی نصابِ تعلیم:

رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی خصوصیت یہ ہے کہ جلوت وخلوت، درونِ خانہ اور بیرونِ خانہ ان کی تعلیم وتربیت برابر جاری وساری تھی، چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ امّ سُلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات ظاہر کرنے سے نہیں شرماتے، جب عورت خواب میں دیکھے جو مرد دیکھتا ہے (یعنی احتلام ہو جائے) تو کیا اس پر غسل واجب ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جی ہاں، جب وہ پانی دیکھ لے تو غسل کرے۔

امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا (۶۱/ ۶۲ھ) فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اے امّ سلیم تو نے عورتوں کو رسوا کر دیا۔[1]

---

[1] صحیح ابن خزیمہ: باب ذکر إیجاب الغسل علی المرأۃ فی الاحتلام إذا نزلت الماء، (۱/ ۱۱۸)، رقم حدیث: (۲۳۵)۔

اس طرح کے مسائل بھی عورتیں اور مرد پوچھا کرتے تھے۔

استاد اور مربی کی صفات:

صحیح مسلم میں ہے: حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اسی دوران جماعت میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے ''یرحمك الله'' کہہ دیا، لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا، میں نے کہا: کاش کہ میری ماں مجھ پر رو چکی ہوتی (یعنی میں مرگیا ہوتا) تم مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ یہ سن کر وہ لوگ اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے، پھر جب میں نے دیکھا کہ وہ لوگ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔

آگے ان کے الفاظ یہ ہیں:

«فلما صلى رسول الله ﷺ فبأبي هو وأمي، ما رأيت معلما قبله ولا بعده أحسن تعليما منه، فوالله، ما كهرني ولا ضربني ولا شتمني، قال: إن هذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، إنما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن».

''جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے، میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان، میں نے حضور ﷺ سے پہلے اور نہ ہی حضور ﷺ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سکھانے اور سمجھانے والا اور تربیت کرنے والا نہیں دیکھا، اللہ کی قسم! نہ آپ نے مجھے جھڑکا اور نہ ہی مجھے مارا اور نہ ہی مجھے برا بھلا کہا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں لوگوں سے باتیں کرنا درست نہیں، بلکہ نماز تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن کی تلاوت کا نام ہے''۔

میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے زمانہ جاہلیت پایا ہے اور اللہ تعالی نے مجھے اسلام کی دولت سے نوازا ہے، ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں،

حضور ﷺ نے فرمایا: تم ان کے پاس نہ جاؤ، میں نے عرض کیا: ہم میں سے کچھ لوگ برا شگون لیتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو وہ لوگ اپنے دل میں پاتے ہیں، تم اس طرح نہ کرو، پھر میں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں کھینچتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کرامؑ میں سے بھی ایک نبی لکیریں کھینچتے تھے تو جس آدمی کا لکیر کھینچنا اس کے مطابق ہو وہ صحیح ہے (لیکن اس کے مطابق لکیر کھینچنا کسی کو معلوم نہیں، اس لیے حرام ہے)۔

راوی معاویہ سلمیؓ کا بیان ہے کہ میری ایک لونڈی تھی جو "احد" اور "جوانیہ" کے علاقوں میں میری بکریاں چرایا کرتی تھی، ایک دن میں وہاں گیا تو دیکھا کہ ایک بھیڑیا میری ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا ہے، آخر میں بھی انسان ہوں، دوسرے لوگوں کی طرح مجھے بھی غصہ آتا ہے، میں نے اسے ایک تھپڑ مار دیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا، مجھ پر یہ بڑا گراں گزرا اور میں نے عرض کیا: کیا میں اس لونڈی کو آزاد نہ کردوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ، میں اسے آپ کے پاس لایا، آپ نے اس سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس لونڈی نے کہا: آسمان میں، پھر آپ نے اس سے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا کہ اسے آزاد کردو، کیونکہ یہ لونڈی مؤمنہ ہے۔[1]

درج بالا روایت سے مندرجہ ذیل امور کی نشاندہی ہوتی ہے:

۱۔ دوران تعلیم وتربیت اگر شاگرد سے کوئی ممنوع کام سرزد ہوجائے یا کوئی غلطی کر بیٹھے تو معلّم کو چاہیے کہ نرمی سے پیش آئے، نہ اس کی ہمت توڑے اور نہ اسے اپنے سے بدظن کرے، بلکہ پیار ومحبت اور دلجوئی سے پیش آنا چاہیے۔

۲۔ اسے غلطی پر نہ جھڑکے۔

۳۔ زدوکوب کرنے اور مار پٹائی سے بالکلیہ گریز کرے۔

---

[1] صحیح مسلم: کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ، (۱/ ۲۰۳)، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

۴۔ شاگرد کو برا بھلا کہنے سے اجتناب کرے۔

۵۔ معلم واستاد کی ذمہ داری ہے کہ شاگرد کی غلطی کی اصلاح کر کے درست طریقہ بتائے۔

۶۔ شاگرد کو چاہیے کہ اپنی تعلیم وتربیت کے حوالے سے جو سوالات ذہن میں ہوں، ان کے متعلق اپنے استاد سے رہنمائی حاصل کرے اور اپنے استاد سے سوال کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے۔

۷۔ معلم اور استاد بھی اپنے شاگرد کے سوالات کو خندہ دلی اور وسعتِ ظرفی کے ساتھ سنے اور ان کے جوابات دے کر اس کی تشفی کرے، تا کہ شاگرد استاد سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے۔

۸۔ مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اسے اپنی غلطی کا احساس فوری طور پر ہو جاتا ہے اور یہ احساس اسے چین سے بیٹھنے نہیں دیتا، جیسے مذکورہ حدیث میں حضرت معاویہ بن حکم سلمی ؓ نے غصے میں آ کر اپنی باندی کو تھپڑ مار دیا، لیکن اس کے بعد فوراً انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قصہ بیان کیا۔

صحابہ ؓ کی آزمائش اور ثابت قدمی:

رسول اللہ ﷺ نے جب اعلانیہ دعوت اسلام کا آغاز کیا تو مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی سخت مخالفت کی اور جیسے جیسے دعوتِ اسلام عام ہوتی گئی ان کی مخالفت میں شدت آتی گئی، جس پر بس چلتا اس کو زدوکوب کرنے سے گریز نہ کرتے تھے، خود رسول اللہ ﷺ کو طرح طرح سے تکلیفیں پہنچائیں، رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا، راستے میں کانٹے بچھائے، دورانِ نماز حالت سجدہ میں اوجھڑی ڈالی، آپ کی دو بیٹیوں کو طلاق دی وغیرہ۔

ایسے ہی جو شخص رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کرتا اس کو مختلف مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا، مشرکین مکہ اور سرداران قریش ان مسلمان

ہونے والے صحابہؓ کو تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے، معزز، صاحب شرافت اور اپنے قبیلے کے عالی مرتبت اور صاحب ثروت حضرات ان کی اذیتوں کا نشانہ بنے، ابوبکر صدیق، عثمان بن عفان اور زبیر بن عوام جیسے صحابہؓ ان کی زد میں آئے، جو صحابہؓ کمزور اور کسی کے ماتحت ہوتے تھے اور نوکر چاکر ہوتے، ان کو اسلام کی خاطر دی جانے والی تکلیفوں کا کیا ٹھکانہ، ان میں سے جس کے بارے میں بھی مشرکین مکہ کو یہ اطلاع ملتی کہ وہ مسلمان ہوگیا ہے تو وہ اس صحابی پر اذیت اور تکلیفوں کے پہاڑ توڑتے، اس کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کرتے اور مختلف طریقوں سے اندوہ ناک سزاؤں سے دوچار کرتے، تاکہ وہ دین اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ بت پرستی اور آبائی مذہب کے دلدل میں پھنس جائے، لیکن قربان جایئے اسلام کو دل وجان سے قبول کرنے والی ان عظیم ہستیوں پر کہ کفار و مشرکین کی یہ طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف ان کو دین اسلام سے باز نہ رکھ سکیں، بلکہ صبر و استقامت کے ساتھ ان کو برداشت کیا۔

سیر و تاریخ کی کتابوں نے ایسے صحابہؓ کی نشاندہی کی ہے اور ان کے عزم و استقلال اور ثابت قدمی کا ذکر کر کے ان کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے، قرآن کریم نے ان حضرات کو امتحان میں ثابت قدم رہنے پر سابقین اوّلین کی ڈگری دی ہے۔

صحابہؓ کی فضیلت:

صحابہؓ کی فضیلت و منقبت کے سلسلے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگوں میں سے اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو صحابہ کے مُد اور آدھے مُد کے برابر بھی ثواب نہ پائے گا"۔

باقی جہاں اکّا دکّا موقع پر کسی صحابی سے کوئی لغزش یا خلافِ شریعت کام سرزد ہوا تو اس کے بعد اس صحابی نے ایسی توبہ کی کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

چنانچہ جامع ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت ماعز اسلمیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان سے زنا کا ارتکاب ہوا ہے، حضور ﷺ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا، وہ دوسری طرف سے آئے اور عرض کیا کہ مجھ سے یہ حرکت صادر ہو گئی ہے، حضور ﷺ نے پھر ان کی طرف سے منہ پھیر لیا، پھر وہ تیسری طرف سے آئے اور عرض کیا کہ انہوں نے زنا کیا ہے، چوتھی بار رسول اللہ ﷺ نے ان کے رجم کرنے کا حکم دیا، تو وہ پتھریلی زمین کی طرف لے جائے گئے اور انہیں پتھروں سے مارا گیا، جب ان پر پتھر برسائے گئے تو بھاگنے لگے اور ایک آدمی کے پاس سے گذرے جس کے پاس اونٹ کے جبڑے کی ہڈی تھی، اس نے اس جبڑے کی ہڈی سے ان کو مارا پھر دوسرے لوگوں نے بھی مارا جس سے ان کی جان نکل گئی، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا کہ جب انہوں نے پتھر اور موت کی تکلیف دیکھی تو بھاگے، حضور ﷺ نے فرمایا: ''تو تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا، پھر فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ سارے مدینے پر بھی تقسیم کر دی جائے تو سب کی مغفرت ہو جائے''۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہؓ کے دلوں کا امتحان اور ان کی کامیابیوں پر ڈگریاں:

مکی دور کے تیرہ (۱۳) سالوں میں صحابہؓ کو ایسی سخت اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی گئیں اور ایسے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، جن کو چشمِ فلک نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، اور مدینہ منورہ کی زندگی میں بھی امتحان ہوتا رہا، کفار قریش نے ان کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، وہ نو مسلم صحابہؓ کو تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے، مسلمان ہونے والے صحابہؓ ان کے ڈر سے دن میں نہیں نکلتے تھے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

«أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة وأجر عظيم»[1]
”خدا نے ان کے دل تقوی کے لیے آزما لیے ہیں، ان کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے“۔

یہ آیت مدنی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ تک ان کا امتحان جاری رہا اور وہ اس میں کامیاب رہے اور بہت سے صحابہ تو ان ڈگریوں کو سن بھی نہ سکے اور پہلے ہی وفات پا گئے اور ڈگریاں وقتاً فوقتاً ملتی رہیں اور امتحان زندگی بھر رہا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

«والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا»[2]
”اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے“۔

ہمارے شیخ و مرشد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے تھے:

---

[1] سورہ حجرات (آیت:۳)۔

[2] سورہ مائدہ (آیت:۱۱۹)، سورہ توبہ (آیت:۱۰۰)، سورہ مجادلہ (آیت:۲۲)، سورہ بیّنہ (آیت:۸)۔

’’اس آیت میں کئی تاکیدیں جمع ہیں: لام تاکید کا ہے، جمع کا صیغہ ہے، نون ثقیلہ تاکید کا ہے، پھر سُبُل جمع کا صیغہ لائے ہیں، تو وعدہ ہے کہ ایک نہیں بہت سے راستے کھولیں گے‘‘۔

صحابہؓ یہاں مکہ مکرمہ میں آزمائش وامتحان سے گزرتے رہے، یہ امتحان بھی درجہ بدرجہ اور منزل بمنزل ہوتا رہا اور اس امتحان وآزمائش میں ایسے کامیاب وکامران ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راستے کھولے اور مدینہ منورہ میں ان کو انعامات اور ڈگریوں سے نوازا گیا۔

امتحان اور ڈگری:

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جا بجا ان کی مختلف ڈگریوں اور سندوں کا ذکر کیا ہے:

(۱) اپنی رضا اور خوشنودی کا پروانہ عطا کیا، چنانچہ فرمایا:

«رضي الله عنهم ورضوا عنه». [۱]

’’خدا اُن سے خوش اور وہ اُس سے خوش ہیں‘‘۔

اس آیت مبارکہ میں جہاں اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کا ذکر ہے کہ اللہ تعالی ان سے خوش اور راضی ہے، وہاں صحابہؓ کی اللہ تعالی سے خوش ہونے اور رضامندی کا بھی ذکر ہے کہ وہ بھی اللہ سے خوش اور راضی ہیں، بقول شاعر (میر محبوب علی خان):

الفت کا جب مزہ ہے کہ وہ بھی ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

(۲) صحابہؓ کی جماعت کو اپنی جماعت قرار دیا:

«أولئك حزب الله ألا إن حزب الله هم المفلحون». [۲]

---

[۱] سورہ مائدہ (آیت:۱۱۹)، سورہ توبہ (آیت:۱۰۰)، سورہ مجادلہ (آیت:۲۲)، سورہ بینہ (آیت:۸)۔

[۲] سورہ مجادلہ (آیت:۲۲)۔

''یہی گروہ خدا کا لشکر ہے، (اور) سن رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے''۔

(۳) ان کے سچے مومن ہونے کی گواہی دی:

«والذين آمنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله والذين آووا ونصروا أولئك هم المؤمنون حقا لهم مغفرة وأجر عظيم». [1]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مسلمان ہیں، ان کے لئے (خدا کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں صحابہؓ کی درج ذیل صفات بیان کی گئیں ہیں:

۱۔ ایمان لائے۔

۲۔ ہجرت کی۔

۳۔ اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔

۴۔ انصار صحابہؓ نے مہاجرین صحابہؓ کو ٹھکانہ اور رہائش دی۔

۵۔ مہاجرین کی مدد کی۔

۶۔ صحابہؓ کی یہ دونوں جماعتیں خواہ مہاجرین ہوں یا انصار، سچے مومن ہیں۔

۷۔ ان کی مغفرت کر دی گئی ہے۔

۸۔ ان کے لیے اجر عظیم ہے۔

(۴) ان کو ''صادقون'' کے لقب سے نوازا:

«أولئك هم الصادقون». [2]

---

[1] سورہ انفال (آیت: ۷۴)۔

[2] سورہ حجرات (آیت: ۱۵)، سورہ حشر (آیت: ۸)۔

''یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں''۔

(۵) ان کی کامیابی وکامرانی اور فلاح پانے کا اعلان کیا:

«ألا إن حزب الله هم المفلحون». [۱]
''(اور) سن رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے''۔

دوسری آیت میں ہے:

«وأولئك هم المفلحون». [۲]
''اور یہی نجات پانے والے ہیں''۔

(۶) ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی تصدیق فرمائی:

«أولئك على هدى من ربهم». [۳]
''یہی لوگ اپنے پروردگار (کی طرف سے) ہدایت پر ہیں''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

«أولئك هم الراشدون». [۴]
''یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں''۔

(۷) روح القدس (جبریل امین) کے ذریعے ان کی تائید ونصرت فرمائی:

«وأيدهم بروح منه». [۵]
''اور فیض غیبی سے اُن کی مدد کی ہے''۔

---

[۱] سورہ مجادلہ (آیت:۲۲)۔

[۲] سورہ بقرہ (آیت:۵)۔

[۳] سورہ بقرہ (آیت:۵)۔

[۴] سورہ حجرات (آیت:۷)۔

[۵] سورہ مجادلہ (آیت:۲۲)۔

(۸) ان کے دل میں دین اسلام، ایمان اور اہل ایمان کی محبت جب کہ کفر، اہل کفر اور گناہوں کے کاموں کی نفرت پیدا فرمادی:

«ولكن الله حبب إليكم الإيمان وزينه في قلوبكم وكره إليكم الكفر والفسوق والعصيان». [۱]

''لیکن خدا نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا''۔

یہ آیت صحابہؓ کے سلسلے میں درج ذیل باتوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے:

۱۔ صحابہ کے دل میں ایمان پر کشش و مرغوب تھا۔

۲۔ کفر سے ان کو نفرت تھی۔

۳۔ گناہ کے کاموں سے نفرت تھی اور وہ ان سے بچتے تھے۔

۴۔ اللہ کی نافرمانی ان کے ہاں ناپسندیدہ چیز تھی۔

دوسری آیت مبارکہ میں ہے:

«والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم». [۲]

اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں''۔

آیت مبارکہ کا یہ حصہ دو باتوں پر مشتمل ہے:

۱۔ صحابہ کافروں کے مقابلے میں سخت تھے۔

۲۔ ایک دوسرے کے لیے رحم دل تھے۔

---

[۱] سورہ حجرات (آیت:۷)۔

[۲] سورہ فتح (آیت:۲۹)۔

(۹) ان سے جنت میں داخل ہونے اور اس کی دائمی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا وعدہ کیا:

«أولئك كتب في قلوبهم الإيمان وأيدهم بروح منه ويدخلهم جنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها ابدا». [۱]

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا، ہمیشہ ان میں رہیں گے''۔

آیت شریفہ درج ذیل امور پر نص (قطعی حکم) ہے:

۱۔ صحابہؓ کے دلوں میں ایمان نقش کر دیا گیا تھا۔

۲۔ روح الامین کے ذریعہ ان کی مدد و نصرت فرمائی۔

۳۔ صحابہ جنتی ہیں اور جنت میں داخل ہوں گے۔

۴۔ دائمی طور پر جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

(۱۰) ان کو اپنے کلام قرآنِ مجید کا وارث بنایا:

«ثم أورثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات بإذن الله ذلك هو الفضل الكبير». [۲]

''پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا، تو کچھ ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ خدا کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں، یہی بڑا فضل ہے''۔

---

[۱] سورہ مجادلہ (آیت: ۲۲)۔

[۲] سورہ فاطر (آیت: ۳۲)۔

(۱۱) صحابہ کرامؓ خواہ مہاجرین ہوں یا انصار، ان کے اخلاص وللّٰہیت اور عبادت گزاری پر مہر ثبت کی:

«للفقراء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم وأموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله أولئك هم الصادقون والذين تبوءوا الدار والإيمان من قبلهم يحبون من هاجر إليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما أوتوا ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فأولئك هم المفلحون».[1]

''(اور) ان مفلسانِ تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں (اور) خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور خدا اور اس کے پیغمبر کے مدد گار ہیں، یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش) نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جنہیں حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں''۔

اس آیت سے درج ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

۱۔ صحابہؓ نے ہجرت کی۔

۲۔ ان کو دین کی خاطر اپنے گھروں سے نکالا گیا۔

۳۔ اپنے مالوں سے بے دخل کیا گیا۔

---

[1] سورہ حشر (آیت: ۸، ۹)۔

۴۔اللہ تعالی کے فضل کے طلب گار ہیں۔

۵۔ ہر کام میں اللہ کی خوشنودی ان کا مطلوب اور مطمحِ نظر ہوتی ہے۔

۶۔ اللہ اور اس کے دین کی حمایت کرتے ہیں۔

۷۔پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و نصرت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ہیں۔

۸۔وہ سچے اور راست باز لوگ ہیں۔

۹۔ انصار صحابہؓ ایمان لائے۔

۱۰۔وہ اپنے گھروں سے بے دخل کیے گئے، مہاجرین صحابہؓ سے دلی محبت کرتے ہیں۔

۱۱۔مہاجرین صحابہؓ کو جو کچھ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے دیا جاتا ہے، یہ انصار صحابہؓ اس کی خواہش تک دل میں محسوس نہیں کرتے۔

۱۲۔مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

۱۳۔یہ ترجیح والی حالت ان کی ہر حال میں رہتی ہے، خواہ وہ خود خوش حال اور وسیع المال ہوں یا تنگ دست ہوں۔

۱۴۔اپنے نفس اور طبیعت کے بخل سے محفوظ ہیں۔

۱۵۔یہ فلاح پانے والے اور کامیاب لوگ ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

«تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم في وجوههم من أثر السجود». [1]

”(اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں، (کثرت) سجود کے اثر سے ان

---

[1] سورہ فتح (آیت:۲۹)۔

کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں"۔

یہ آیت چند باتوں کی نشاندہی کرتی ہے:

۱۔صحابہؓ کثرت سے رکوع کیا کرتے تھے (یعنی کثرت سے نماز پڑھتے تھے)۔

۲۔ رکوع کی طرح ان کے سجدے بھی دیکھنے کے لائق ہوتے تھے۔

۳۔اللہ تعالی کے فضل وکرم کے خواستگاروامیدوار ہیں۔

۴۔اللہ تعالی کی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔

۵۔ان کی پیشانیوں پر سجدے کے آثار واضح نظر آتے تھے۔

(۱۲)ان کے لیے آخرت میں رسوانہ کرنے کا وعدہ فرمایا گیا:

«يوم لا يخزي الله النبي والذين آمنوا معه نورهم يسعى بين أيديهم وبأيمانهم». [1]

"اُس دن خدا پیغمبر کواور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوانہیں کرے گا،(بلکہ) ان کا نورِ ایمان ان کے آگے اور داہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہو گا"۔

آیت مبارکہ کا یہ ٹکڑا مندرجہ ذیل امور پر دلالت کرتا ہے:

۱۔اللہ تعالی آخرت میں اپنے لاڈلے نبی کو رسوانہیں کرے گا۔

۲۔اپنے نبی کے صحابہؓ کو رسوائی سے دوچار نہیں کرے گا۔

۳۔ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف نور ہو گا۔

(۱۳) مغفرت اور اجر عظیم کا پروانہ اور سرٹیفکیٹ عطا فرمایا:

«وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة وأجرا

---

[1] سورہ تحریم (آیت:۸)۔

عظیما». [۱]

''جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے''۔

آیت کا یہ حصہ درج ذیل چار باتوں پر مشتمل ہے:

۱۔ صحابہؓ ایمان کی دولت سے مالا مال تھے۔

۲۔ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے نیک اعمال بجالاتے تھے اور ان سے سرِ مو انحراف نہیں کرتے تھے۔

۳۔ اللہ تعالی کی طرف سے ان کے لیے مغفرت کا وعدہ ہے۔

۴۔ ان کے لیے اجرِ عظیم ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

«أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة وأجر عظيم» [۲]

''خدا نے ان کے دل تقوی کے لیے آزمالیے ہیں، ان کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے''۔

اس آیت کے سلسلے میں درج ذیل نکات ملاحظہ ہوں:

۱۔ اللہ تعالی نے صحابہؓ کا امتحان لیا کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالی کا ڈر اور خوف ہے کہ نہیں۔

۲۔ صحابہؓ اس امتحان میں پاس اور کامیاب ہوئے۔

۳۔ آخرت میں ان کی مغفرت ہوگی۔

۴۔ ان کے لیے اجرِ عظیم کا وعدہ ہے، لہٰذا سابقینِ اوّلین کے لیے بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

---

[۱] سورہ فتح (آیت:۲۹)۔

[۲] سورہ حجرات (آیت:۳)۔

(۱۴) مہاجرین صحابہ ہوں یا انصار، ان کی پیروی اور اتباع کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا وخوشنودی، جنت کی دائمی نعمتوں اور فوزِ عظیم کے حاصل ہونے کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا:

«والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه وأعد لهم جنات تجري تحتها الأنهار خالدين فيها أبدا ذلك الفوز العظيم». [1]

"جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کیے ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے"۔

ملاحظہ ہو:

۱۔ مہاجرین صحابہؓ میں سے بعض پہلے ایمان لائے۔
۲۔ ایسے ہی انصار صحابہؓ میں سے بعض نے ایمان لانے میں سبقت کی۔
۳۔ ان کو اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل تھی۔
۴۔ یہ بھی اللہ سے خوش اور راضی تھے۔
۵۔ ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے گئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔
٦۔ ان باغات میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔
۷۔ ان کو بڑی زبردست کامیابی حاصل ہوگی۔
۸۔ جو لوگ ان صحابہؓ کی پیروی کریں گے ان سے بھی اللہ تعالیٰ خوش اور راضی ہیں۔
۹۔ وہ اللہ سے راضی ہیں۔
۱۰۔ ان صحابہؓ کی اتباع کرنے والوں کو بھی ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے نہریں

---

[1] سورۂ توبہ (آیت: ۱۰۰)۔

بہتی ہوں گی۔

۱۱۔وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے اور ان میں موجود نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔

۱۲۔ان کو فوز عظیم اور بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔

(۱۵)ان کے ایمان کو معیار قرار دیا:

«وإذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا أنؤمن كما آمن السفهآء ألآ إنهم هم السفهآء ولكن لا يعلمون».[۱]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لائے تم بھی ایمان لے آؤ، تو کہتے ہیں: بھلا جس طرح بے وقوف ایمان لے آئے اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟ سن لو! یہی بے وقوف ہیں، لیکن نہیں جانتے''۔

(۱۶)ان کے راستے سے انحراف کو موجب جہنم ٹھہرایا:

«ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا».[۲]

''اور جو مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے''۔

سورہ انعام کی مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جو ان کے راستے سے انحراف کرے گا اور ان کی مخالفت کرے گا اور ان کے نقش قدم پر نہیں چلے گا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اللہ تعالی صحابہ کے مخالفین کو جہنم کے عذاب سے دوچار کرے گا۔

---

[۱] سورہ بقرہ (آیت:۱۳)۔

[۲] سورہ نساء (آیت:۱۱۵)۔

سابقین اوّلین:

رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے جو لوگ ابتداء میں اسلام لائے، ان کو سابقین اوّلین کہا جاتا ہے، صحابہؓ میں ان کا مقام درجہ بدرجہ سب سے بلند ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

«والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه وأعد لهم جنات تجري تحتها الأنهار خالدين فيها أبدا ذلك الفوز العظيم». [1]

''جن لوگوں نے سبقت کی، (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے''۔

علامہ ذہبیؒ نے سابقین اوّلین کے عنوان کے تحت ۵۳ نام ذکر کیے ہیں، [2] ان کے علاوہ چند اور صحابہ وصحابیات کے نام ایسے ملتے ہیں جو سابقین اولین میں سے ہیں، لیکن علامہ ذہبیؒ سے رہ گئے ہیں، ذیل میں ان سب کے نام اور مختصر حالات حروف تہجی کی ترتیب پر پیش خدمت ہیں:

---

[1] سورۂ توبہ (آیت: ۱۰۰)۔

[2] سیر أعلام النبلاء: (۱/ ۱۴۴، ۱۴۵)، موسسۃ الرسالہ، بیروت۔

(۱) حضرت ابواحمد بن جحش رضی اللہ عنہ:

حضرت ابواحمد بن جحش بن ریاب اسدی، ان کا نام عبد بن جحش ہے، ان کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب ہیں، نابینا اور شاعر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے، ان کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں اوران کو لے کرسب سے پہلے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی، ان کی وفات اپنی بہن اورامّ المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ہوئی اورحضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔ [۱]

(۲) حضرت ارقم بن ابی ارقم بن اسد مخزومی رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، ان کے والد ابوارقم کا نام عبد مناف اور والدہ کا نام امیمہ بنت حارث ہے، ساتویں نمبر پر اسلام قبول کیا، کوہِ صفا پر ان کا ایک مکان تھا جسے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش کے لیے مختص کردیا تھا، اسے دارِارقم اور دارِاسلام کہاجاتا تھا اور یہ اسلام میں سب سے پہلی عمارت تھی جو وقف کی گئی تھی، اسلام میں سب سے پہلا شب وروز (DAY AND NIGHT) کالج انہی کا مکان بنا تھا، مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد ابوطلحہ زید بن سہل کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کیا گیا، غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے، ۵۵ھ / ۶۷۵ء میں انتقال ہوا، اس وقت ان کی عمر اسّی (۸۰) برس سے کچھ اوپر تھی۔ [۲]

---

[۱] الاستیعاب: کتاب الکنیٰ، باب الالف، رقم (۳)، ص (۷۶۶)۔

[۲] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳/ ۲۴۲)۔

(۳) حضرت ایاس بن ابی بکیر بن عبد یالیل لیثیؓ:

بنوعدی کے حلیف تھے، سابقین اوّلین میں سے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اپنے بھائیوں کے ہمراہ مسلمان ہوئے، مہاجرین اوّلین میں سے ہیں، یہ اور ان کے دو بھائی عاقل اور خالد رفاعہ بن منذر کے ہاں ٹھہرے، غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں اپنے تینوں بھائیوں کے ہمراہ شرکت کی سعادت حاصل کی، ۳۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

(۴) حضرت بلال بن رباحؓ:

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، اس کے علاوہ ان کی کنیت ابوعبدالکریم، ابوعبدالرحمن اور ابو عمرو بھی ذکر کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، ان کو اسلام لانے کی بناء پر سخت سے سخت اذیتیں دی گئیں، ان کی گردن میں رسی ڈال کر مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں گھمایا جاتا اور یہ زبان سے احد احد کہتے جاتے تھے، ابوجہل ملعون ان کو دھوپ کی تپش میں اوندھے منہ لٹاتا اور ان کی پشت پر چکی رکھتا، دھوپ کی وجہ سے وہ چکی گرم ہو کر ان کو جھلساتی، پھر وہ ان سے کہتا کہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرو، ان کا جواب اُحد اُحد ہوتا تھا، اسی طرح امیہ بن خلف بھی ان کو سزا دیتا تھا جو غزوہ بدر میں حضرت بلالؓ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوا، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، سعد بن خیثمہؓ کے ہاں مہمان بنے، وہاں عبیدہ بن حارثؓ یا ابورویحہ خشعمیؓ کے ساتھ بھائی چارہ قائم کیا گیا، بدر، احد اور اس کے علاوہ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی سعادت حاصل کی، ۲۰ھ/۶۴۱ء کو دمشق

---

[1] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳/۳۸۹)۔

میں انتقال ہوا اور وہیں باب صغیر کے نزدیک دفن کیے گئے۔[1]

(۵) حضرت ابو بکر صدیقؓ:

ان کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ ہے، والدہ کا نام امّ الخیر سلمی بنت صخرؓ ہے، عام الفیل کے ڈھائی سال بعد ولادت ہوئی، رسول اللہ ﷺ ان سے دو سال بڑے تھے، قریش کے بڑے سرداروں میں سے ایک اور انسابِ عرب کے جلیل القدر عالم تھے، یہ کپڑے کے مشہور ومعروف تاجر تھے، لوگ ان کے علم اور اخلاقِ حسنہ کی وجہ سے ان سے مانوس تھے، آزاد مردوں میں سب سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا، ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے جو انہوں نے اللہ کے راستے میں خرچ کر دیئے، اسلام قبول کرنے کے بعد خفیہ طور پر اسلام کی دعوت کا سلسلہ شروع کیا، ان کے ہاتھ پر عشرہ مبشرہ میں سے پانچ افراد حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اسلام قبول کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے دارِ ارقم کو اپنا مسکن بنایا ہوا تھا اور اس میں خفیہ طور پر عبادت اور تعلیم وتبلیغ کا سلسلہ جاری تھا، جب مسلمانوں کی تعداد ۳۸ کو پہنچی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اب ہمیں اعلانیہ اسلام کا اظہار کرنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہماری تعداد ابھی کم ہے، ان کے اصرار پر رسول اللہ ﷺ اس وقت موجود صحابہ کرامؓ کو لے کر مسجد حرام میں آئے، مشرکین وہاں موجود تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اسلام کی دعوت دی، مشرکین مکہ آپے سے باہر ہو گئے اور مسلمانوں پر ٹوٹ

---

[1] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، بلال بن رباح، (۳/ ۲۳۴)، دار صادر، بیروت۔
الاستیعاب لابن عبدالبر: حرف الباء، بلال بن رباح، رقم (۲۱۳)، ص (۱۲۰)، دار المعرفہ، بیروت۔

پڑے، عتبہ بن ربیعہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور ان کے چہرے کو لہولہان کر دیا، اتنے میں ان کے قبیلے بنو تیم کے لوگ آ گئے اور ان کو ان کے گھر پہنچایا، ان کی حالت غیر ہو چکی تھی اور قبیلے والوں کو ان کے مرنے میں شک نہیں رہا، وہ مسجد حرام گئے اور مشرکین سے کہا کہ اگر ابوبکرؓ کو کچھ ہو گیا تو ہم عتبہ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، حضرت ابوبکرؓ جب بولنے کے قابل ہوئے تو اپنی والدہ سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دریافت کیا، والدہ نے کہا کہ مجھے ان کے بارے میں علم نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ امّ جمیل فاطمہ بنت خطاب سے جا کر پوچھ لیں، ان کی والدہ نے امّ جمیل سے جا کر پوچھا، وہ چونکہ چھپ کر اسلام لائی تھیں، اس وجہ سے انہوں نے کہا کہ مجھے نہ ابوبکر کا پتہ ہے اور نہ محمد بن عبداللہ کا، البتہ وہ ان کی والدہ کے ہمراہ آئیں، ان کی حالت دیکھی تو کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں سے آپ کا انتقام لیں گے، حضرت ابوبکرؓ نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا تو امّ جمیل نے کہا کہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ ان کے سامنے کہنے میں کوئی حرج نہیں، اس پر امّ جمیل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ خیر و عافیت کے ساتھ دارِ ارقم میں تشریف فرما ہیں، ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ کر لوں، ان کو سہارا دے کر دارِ ارقم میں لے جایا گیا، وہاں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ میری والدہ ہیں، ان کے لیے دعا فرمایئے، شاید آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان کی جہنم کی آگ سے حفاظت فرمائے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی والدہ کے لیے دعا فرمائی اور اسلام کی دعوت دی، چنانچہ انہوں نے یہیں دارِ ارقم میں اسلام قبول کیا۔[1]

یہ غریب مسلمانوں کی کفالت کرتے، جن نومسلم غلاموں اور باندیوں کو ان کے کافر

---

[1] تاریخ مدینہ دمشق: (۳۰/۴۹)، دار الفکر، بیروت۔

مالکان اسلام قبول کرنے کی بناء پر تکلیفیں اور اذیتیں دیتے تھے، یہ ان کو خرید کر آزاد کرتے تھے، ذیل میں ایسے حضرات کے نام درج کیے جاتے ہیں جنہیں حضرت ابو بکرؓ نے خرید کر آزاد فرمایا:

۱۔ حضرت بلالؓ۔
۲۔ حضرت عامر بن فہیرہؓ۔
۳۔ حضرت زنیرہؓ۔
۴۔ حضرت نہدیہؓ۔
۵۔ حضرت نہدیہ کی بیٹیؓ۔
۶۔ حضرت جاریہ بنت مؤملؓ۔
۷۔ حضرت ام عمیسؓ۔

سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہی مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دیا، غزوہ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر اور پابرکاب رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور موجودگی میں فتوے دیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت اور مرض الوفات میں ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور خود ان کے پیچھے نماز ادا کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہوں نے لوگوں کو سنبھالا دیا اور خلیفہ مقرر ہوئے، انہوں نے حارث بن کلدہؓ کے ہمراہ زہر ملا ہوا ہدیہ کا حلوہ کھایا، جس کی وجہ سے دونوں ایک سال تک بیمار رہے اور پیر کے دن جمادی الاولی ۱۳ھ بمطابق جولائی ۶۳۴ء کو دونوں کا

وصال ہوا، اس وقت ان کی عمر ۶۳ برس تھی۔ [1]

(۶) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب قریشی ہاشمی، اپنے بیٹے عبد اللہ کے نام سے ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں، رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں، یہ اپنے بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے عمر میں دس سال بڑے تھے، قدیم الاسلام صحابی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا، حبشہ کی ہجرتِ ثانیہ میں شریک ہوئے اور دس برس سے زیادہ عرصہ وہیں حبشہ میں قیام پذیر رہے، ۷ھ کو غزوہ خیبر کی فتح کے موقع پر مدینہ منورہ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں جعفر کے آنے سے زیادہ خوش ہوں یا خیبر کی فتح سے، صورت و سیرت دونوں میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے، غریبوں اور مسکینوں کی خبر گیری کیا کرتے تھے، اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان کو "ابو مسکین" کہا کرتے تھے، ۸ھ کو غزوہ موتہ میں دیوانہ وار لڑتے رہے، نیزوں اور تلواروں کے ستر (۷۰) سے زائد زخم ان کو لگے، سب کے سب سینے اور سینے کے اطراف میں لگے تھے، یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے ہاتھوں کے عوض دو پر لگا دیئے ہیں کہ جن کے ذریعے یہ جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھریں، اسی وجہ سے ان کو "ذوالجناحین" کہا جاتا ہے، شہادت کے وقت ان کی عمر اکتالیس (۴۱) برس تھی، ان کو زندگی ہی میں شہادت کی خبر دے دی گئی تھی، اس کے باوجود

---

[1] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳/۱۶۹)۔ أسد الغابہ: باب العین والباء، (۳/۲۳۴)۔

کسی معرکے سے نہیں ہچکچائے، یہ سچے ایمان کی علامت ہے۔[۱]

(۷) حضرت جندب بن جنادہ ابوذر غفاریؓ:

قدیم الاسلام صحابی ہیں، پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا، عبادت گزار اور نہایت پارسا انسان تھے، ان کا فقہاء میں شمار ہے، امام ترمذیؒ نے ان کا مذہب اپنی کتاب جامع ترمذی میں نقل کیا ہے، غزوہ بدر کے علاوہ دیگر غزوات میں شریک ہوئے، حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ربذہ کے مقام پر ۳۲ھ کو وفات پائی۔[۲]

(۸) حضرت حاطب بن حارث جمحیؓ:

حاطب بن حارث بن معمر جمحی، ان کی والدہ کا نام قتیلہ بنت مظعون بن حبیب ہے، قدیم الاسلام صحابہ میں سے ہیں، حبشہ کی دوسری ہجرت میں اپنی بیوی فاطمہ بنت مجللؓ اور دو بیٹوں حارث بن حاطب اور محمد بن حاطب کے ہمراہ شریک ہوئے، ان کا انتقال حبشہ ہی میں ہوا۔[۳]

(۹) حضرت حاطب بن عمرو عامریؓ:

حاطب بن عمرو بن عبد شمس، ان کی والدہ کا نام اسماء بنت حارث ہے، رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے، یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حبشہ ہجرت کی اور اس کے بعد حبشہ کی دوسری ہجرت میں بھی شریک ہوئے، حبشہ سے مدینہ منورہ واپس آئے اور غزوہ بدر اور احد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی سعادت

---

[۱] طبقات ابن سعد: الطبقۃ الثانیہ من المہاجرین والأنصار، (۳۴/۴) والاستیعاب: حرف العین، ص (۳۳۵)۔

[۲] الاستیعاب: حرف الجیم، باب جندب، رقم (۳۳۹)، ص (۱۵۲)۔

[۳] أسد الغابہ: حرف الحاء، رقم (۱۰۱۲)، (۴۱۰/۱)۔

حاصل کی۔[1]

(۱۰) حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ عبشمیؓ:

ان کا نام ہشیم ہے، والدہ امّ صفوان فاطمہ بنت صفوان کنانیہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے، اپنی بیوی سہلہ بنت سہیلؓ کے ہمراہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئے، وہاں ان کے ایک بیٹے محمد بن ابی حذیفہ کی ولادت ہوئی، حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے، اپنے غلام سالمؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت کی اور دونوں عباد بن بشر کے ہاں ٹھہرے، عباد بن بشر کے ساتھ ہی ان کا بھائی چارہ قائم کیا گیا، غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی، اس کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پا برکاب رہے، خلافت صدیقی میں ۱۲ھ/۶۳۳ء کو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، شہادت کے وقت ان کی عمر ۵۳ یا ۵۴ برس تھی۔[2]

(۱۱) حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب:

حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم، ان کی دو کنیتیں ابوعمارہ اور ابویعلی ہیں، "أسد الله وأسد رسوله" کے لقب سے مشہور ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی ہیں، کیونکہ دونوں کو ابولہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِارقم میں داخل ہونے کے بعد ۶ نبوی کو اسلام قبول کیا، ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ مؤرخین اور سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا، عبداللہ بن جدعان تیمی کی باندی نے یہ ماجرا دیکھا، کچھ دیر بعد حضرت حمزہؓ کا اس باندی پر

---

[1] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳/۴۰۵)۔

[2] الاستیعاب: کتاب الکنی، باب الحاء، رقم (۸۶)، ص (۷۸۵)۔

گزر ہوا تو ان کو ابو جہل کی کارستانی سنائی، حضرت حمزہؓ یہ سن کر غصے میں آ گئے اور ابو جہل (جو کعبۃ اللہ کے قریب قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا) کے سر پر اپنی کمان کے ذریعے وار کیا، جس سے ابو جہل کا سر زخمی ہو گیا، اس پر قریش کے کچھ لوگ کہنے لگے: ہمارے خیال میں تو صابی ہو چکا ہے، انہوں نے جواب دیا: جب مجھ پر حق واضح ہو چکا تو پھر مانع کیا ہے، أشهد أنه رسول الله، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، زید بن حارثہؓ کے ساتھ بھائی چارہ قائم ہوا، غزوہ بدر میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے، ان کو جبیر بن عدی کے غلام وحشی بن حربؓ حبشی نے قتل کیا، غزوہ احد میں ان کا مثلہ کیا گیا اور ہند بنت عتبہ نے ان کا کلیجہ نکال کر چبایا مگر حلق سے نیچے نہیں اترا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو "سید الشہداء" کے لقب سے نوازا، بوقتِ شہادت ان کی عمر انسٹھ (۵۹) برس تھی، اپنے بھانجے عبداللہ بن جحشؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔[۱]

(۱۲) حضرت خالد بن ابی بکیر بن عبد یالیل لیثیؓ:

بنو عدی کے حلیف تھے، یہ اور ان کے تینوں بھائی عامر بن ابی بکیرؓ، عاقل بن ابی بکیرؓ اور ایاس بن ابی بکیرؓ سابقین اولین میں سے ہیں، رسول اللہ ﷺ جب دارِ ارقم میں تھے اس وقت یہ چاروں اسلام لائے، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، غزوہ بدر میں بھی چاروں بھائی شریک ہوئے جو صرف انہیں کی خصوصیت تھی، اس کے علاوہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے، یومِ رجیع صفر ۴ ھ کو شہادت سے سرفراز ہوئے۔[۲]

---

[۱] أسد الغابہ: باب الحاء والميم، (۴۹/۲)۔

[۲] طبقات ابن سعد: طبقات البدريين من المهاجرين، (۳۸۹/۳)۔

(۱۴) حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ:

خالد بن سعید بن عاص بن امیہ، ان کی والدہ کا نام امّ خباب بنت عبد یالیل ہے، چوتھے یا پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا، ان کے اسلام کا سبب یہ بنا کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑے بزرگ آگ کے کنارے کھڑے ہیں، ان کے والد سعید بن عاص ان کو دھکا دے کر اس میں گرا رہے ہیں، جب کہ وہ بزرگ ان کو پکڑ کر آگ میں گرنے سے بچا رہے ہیں، بیدار ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اپنا خواب سنایا، انہوں نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ خیر کا ارادہ کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لو تو آگ میں گرنے سے محفوظ رہو گے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اسلام قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام لانے کی وجہ سے بہت خوش ہوئے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھپ کر اسلام کی دعوت دیتے اور مکہ مکرمہ کے خالی اطراف میں جا کر نماز پڑھتے تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد یہ گھر نہیں گئے، ان کے والد سعید بن عاص نے اپنے دوسرے بیٹوں کو ان کی تلاش میں بھیجا، وہ ان کو اپنے والد کے پاس لائے، والد نے ان کو مارا پیٹا اور ان کو قید کر کے مکہ مکرمہ کی سخت گرمی میں تین دن تک بھوکا پیاسا رکھا، یہ موقع پا کر بھاگ نکلے اور اپنی بیوی امیمہ یا ہمینہ یا امینہ کے ساتھ حبشہ چلے گئے، وہاں ان کے ایک بیٹے سعید اور ایک بیٹی اُمہ کی ولادت ہوئی، حبشہ میں دس سال سے زیادہ عرصہ رہے، خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرۃ القضاء، فتح مکہ اور غزوہ تبوک میں شریک ہوئے، ان کا شمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں ہوتا ہے، وفدِ ثقیف اہل طائف کا خط انہوں نے لکھا اور ان کے ساتھ صلح میں شریک ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کے قبیلہ مذحج کے صدقات پر عامل مقرر کیا، چنانچہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت یہ یمن میں تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

خلافت میں محرم ۱۴ھ/فروری ۶۳۵ء کو مرج الصُّفر نامی جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے، جنگ میں جانے سے پہلے امّ حکیم بنت حارث سے شادی کی اور رات گزارنے کے بعد ولیمہ کھلایا اور پھر جا کر شہید ہوئے، ان کی بیوی امّ حکیم بھی اس خیمہ کی لکڑی سے لڑیں جس میں رات گزاری تھی اور سات آدمیوں کو قتل کیا۔[1]

(۱۴) حضرت خباب بن ارت خزاعیؓ:

حضرت خباب بن ارت تمیمی خزاعی، یہ بنو زہرہ کے حلیف تھے، مہاجرین اولین اور اسلام کی خاطر مصائب وتکالیف اٹھانے والوں میں سے ہیں، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان سے ان تکلیفوں کے بارے میں پوچھا جو ان کو مشرکین نے اسلام لانے کی بناء پر پہنچائی تھیں، حضرت خبابؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میری پشت دیکھیے اور اپنی کمر سے کپڑا ہٹایا، حضرت عمرؓ نے دیکھ کر فرمایا کہ آج تک میں نے ایسی کمر کسی کی نہیں دیکھی، انہوں نے کہا کہ آگ جلا کر مجھے اس پر لٹا دیا جاتا تھا، میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھتی تھی، یہ اسلام کے جانثاروں کی داستان ہے، غزوہ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی، ۷۳/۹ ۳ھ کو کوفہ میں ان کا انتقال ہوا، حضرت علیؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔[2]

(۱۵) حضرت خطاب بن حارثؓ:

قریشی سہمی صحابی ہیں، انہوں نے اپنے بھائی حاطب بن حارث اور اپنی زوجہ فکیہہ بنت یسارؓ کے ہمراہ حبشہ کی جانب ہجرت کی، حبشہ پہنچنے سے پہلے راستے میں ان کا انتقال ہوگیا، ایک

---

[1] طبقات ابن سعد: الطبقۃ الثانیہ من المہاجرین، (۴/ ۹۴)۔ اسد الغابہ: باب الخاء والالف، (۲/ ۸۹)۔

[2] الاستیعاب علی ہامش الاصابہ: (۱/ ۴۲۲، ۴۲۳)، مکتبہ المثنی بغداد۔

قول کے مطابق حبشہ سے واپس آتے ہوئے راستے میں انتقال ہوا۔[۱]

(۱۶) حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ:

خنیس بن حذافہ بن قیس قریشی سہمی، ان کی والدہ کا نام ضعیفہ بنت حذیم بن سعید ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، حبشہ کی دوسری ہجرت میں شامل تھے، بعد میں مدینہ منورہ لوٹ آئے، غزوہ احد میں شرکت کی اور زخم لگا، اسی زخم کی وجہ سے ۳ھ/ ۶۲۴ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔[۲]

(۱۷) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ:

زبیر بن عوام بن خویلد، حضور ﷺ کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد چوتھے یا پانچویں نمبر پر مسلمان ہوئے، اس وقت ان کی عمر سولہ (۱۶) برس تھی، حبشہ کی پہلی اور دوسری دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئے اور اس کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کی، یہ سب سے پہلے صحابی ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں تلوار سونتی، تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی، ۶۸ برس کی عمر پا کر ۶۳ھ/ ۶۸۲ء کو جنگ جمل کے موقع پر شہید ہوئے۔[۳]

(۱۸) حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابواسامہ ہے، والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ ہے، یہ غلام تھے، حکیم بن حزام نے چار سو (۴۰۰) درہم کے عوض حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خریدا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو

---

[۱] طبقات ابن سعد: الطبقة الثانیہ من المهاجرین، (۴/ ۲۰۲)۔

[۲] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المهاجرین، (۳/ ۳۹۲)۔ أسد الغابہ: باب الخاء والنون، (۲/ ۱۳۵)۔

[۳] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المهاجرین، (۳/ ۱۰۰)۔ أسد الغابہ: باب الزاء والباء، (۲/ ۲۱۹)۔

آٹھ سال کی عمر میں منہ بولا بیٹا بنایا، ان کے قبیلے کے کچھ لوگ جب حج کے لیے آئے اور یہاں زید کو دیکھا تو انہوں نے جاکر ان کے والد کو خبر دی، ان کے والد اور چچا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، رسول اللہ ﷺ نے زیدؓ کو اختیار دے دیا کہ اگر وہ اپنے والد کے ساتھ جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی، رسول اللہ ﷺ نے ان کو چونکہ منہ بولا بیٹا بنایا تھا اس وجہ سے ان کو زید بن محمد کہا جاتا تھا، جب آیت:

«ادعوهم لآبائهم». [1]

''مومنو! لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو''۔

نازل ہوئی تو ان کو زید بن حارثہ کہا جانے لگا، غلاموں میں سب سے پہلے یہی اسلام لائے، ان کا نکاح امّ ایمنؓ سے ہوا، جن سے ان کے بیٹے اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے، ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو غزوہ موتہ کا امیر بنا کر بھیجا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہوجائیں تو حضرت جعفر طیارؓ امیر ہوں گے، وہ شہید ہوجائیں تو پھر امارت عبداللہ بن رواحہؓ کے سپرد ہوگی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق اس غزوہ میں شہید ہوئے۔ [2]

(۱۹) حضرت سائب بن عثمان بن مظعونؓ:

سائب بن عثمان بن مظعون جمحی، ان کی والدہ کا نام خولہ بنت حکیم بن امیہ سلمیہ ہے، حبشہ کی دوسری ہجرت میں شرکت کی، تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں ۱۳ھ / ۶۳۴ء کو جنگ یمامہ میں انہیں تیر لگا، یہی

---

[1] سورہ احزاب (آیت:۵)۔

[2] الاستیعاب علی ہامش الاصابہ: (۱/ ۵۴۴)۔

زخم جان لیوا ثابت ہوا، وفات کے وقت ان کی عمر تیس (۳۰) سال سے کچھ اوپر تھی۔ [۱]

(۲۰) حضرت ابوسبرہ بن ابی رہمؓ:

ابوسبرہ بن ابورہم بن عبدالعزی قریشی عامری، ان کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب ہیں، اس طرح یہ ابوسلمہ بن عبدالاسد کے ماں شریک بھائی ہیں، حبشہ کی ہجرت اولیٰ اور ہجرت ثانیہ دونوں میں شریک تھے، ابنِ اسحاقؒ اور واقدیؒ کے قول کے مطابق حبشہ کی دوسری ہجرت میں ان کی بیوی امّ کلثوم بنت سہیل بن عمرو بھی ان کے ہمراہ تھیں، مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سلمہ بن سلامہ بن وقش کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، بدر واحد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ ہماری معلومات کے مطابق اہلِ بدر میں سے ابوسبرہؓ کے علاوہ اور کوئی بھی ایسا صحابی نہیں ہے جو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ لوٹ آئے ہوں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد مکہ مکرمہ لوٹ آئے تھے، لیکن ان کے بیٹے اس بات کا انکار کرتے تھے، حضرت عثمانؓ (۳۵ھ/۶۵۶ء) کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ [۲]

(۲۱) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ:

ان کی کنیت ابواسحاق ہے، والد کا نام مالک بن اہیب ہے، ساتویں نمبر پر اسلام قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا دی تھی:

«اللّٰهمَّ سدِّدْ سهمه وأجِبْ دعوته».
''اے اللہ ان کے تیر کو سیدھا رکھ اور ان کی دعا قبول فرما''۔

---

[۱] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳/۴۰۱)۔

[۲] الاستیعاب: کتاب الکنیٰ، باب الالف، رقم (۱۵۵)، ص (۸۰۲)۔

اس وجہ سے ان کی دعا قبول ہوتی تھی اور یہ مستجاب الدعوات مشہور تھے، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سریہ عبیدہ بن حارث میں تیر چلایا، ان کے لیے اور حضرت زبیر بن عوامؓ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو جمع کر کے ''ارم فداك أبي وأمي'' فرمایا، حضرت عمرؓ نے خلافت کے سلسلے میں جو شوریٰ بنائی تھی اس میں ان کا بھی نام تھا، انتہائی بہادر اور نڈر صحابی تھے، قادسیہ اور اس کے علاوہ فارس کا بیشتر حصہ انہیں کے ہاتھوں فتح ہوا، مدینہ منورہ سے دس میل دور مقامِ عقیق میں ۵۴، ۵۵ یا ۵۸ھ کو ان کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ [1]

(۲۲) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ:

ان کی کنیت ابو اعور ہے، والدہ فاطمہ بنت نعجہ بن ملیح ہیں، یہ حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی تھے، ان کی بہن عاتکہ بنت زید حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں، قدیم الاسلام صحابی ہیں، انہی کے گھر میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ پیش آیا، حبشہ کی دوسری ہجرت کے شرکاء میں سے ہیں، غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے، کیونکہ یہ اس وقت شام میں تھے، بدر کے بعد مدینہ منورہ پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے ان کو بھی حصہ عطا کیا، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، ان کے تین بیٹے اسود، عبدالرحمن اور زید تھے، حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں ۵۰ھ/۵۱ھ کو عقیق میں انتقال ہوا اور مدینہ منورہ میں دفن کیے گئے، وفات کے وقت ان کی عمر ستر (۷۰) برس سے زیادہ تھی۔ [2]

---

[1] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳/۱۳۷)۔ أسد الغابہ: باب السین والعین، (۲/۳۲۵)۔

[2] استیعاب علی ہامش الاصابہ: (۲/۲،۸)۔

(۲۳) حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومیؓ:

ان کا نام عبد اللہ ہے، ابو سلمہ کنیت ہے، والدہ کا نام برہ بنت عبد المطلب ہے، رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، رسول اللہ ﷺ سے پہلے امّ المؤمنین امّ سلمہ ہند بنت ابی امیہ ان کے نکاح میں تھیں جس سے ان کے چار بچے سلمہ، عمر، زینب اور دُرّہ پیدا ہوئے، ان میں سے زینب کی ولادت حبشہ میں ہوئی، ابو سلمہ رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے، اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا گیارہواں نمبر ہے، حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں اپنی بیوی کے ساتھ شریک ہوئے، مدینہ منورہ کی طرف سب سے پہلے انہوں نے ہجرت کی، یہ دس (۱۰) محرم کو مدینہ منورہ پہنچے جب کہ رسول اللہ ﷺ ان کے دو (۲) ماہ بعد بارہ (۱۲) ربیع الاوّل کو پہنچے، یہ وہاں مبشر بن عبد المنذر کے ہاں قباء میں ٹھہرے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو انصاری صحابی سعد بن خیثمہؓ کا بھائی بنایا، غزوہ بدر کے علاوہ غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے، احد میں ان کو زخم لگا جس کی بناء پر ۳ جمادی الثانیہ ۴ھ بمطابق ۲۱ نومبر ۶۲۴ء کو انتقال فرمایا، جب ان کی روح پرواز کر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کی آنکھیں بند فرمائیں۔[۱]

(۲۴) حضرت سلیط بن عمرو بن عبد شمسؓ:

سلیط بن عمرو بن عبد شمس عامری، حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئے، ان کو رسول اللہ ﷺ نے ہوذہ بن علی حنفی اور ثمامہ بن اثال حنفیؓ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا تھا، یہ دونوں اس وقت یمامہ کے رئیس تھے، ۱۲ھ/ ۶۳۳ء کو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔[۲]

---

[۱] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳/ ۲۳۹)۔

[۲] طبقات ابن سعد: الطبقۃ الثانیہ من المہاجرین، (۴/ ۲۰۳)۔

(۲۵) حضرت سہیل بن بیضاءؓ :

سہیل بن بیضاء فہری، بیضاء ان کی والدہ کا نام ہے، ان کے والد کا نام وہب بن ربیعہ ہے، حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کی، اس کے علاوہ مدینہ منورہ بھی ہجرت کی، بدری صحابی ہیں، غزوہ بدر میں شرکت کے وقت ان کی عمر چونتیس (۳۴) برس تھی، ۹ھ/ ۶۳۰ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [۱]

(۲۶) حضرت صہیب بن سنان بن مالک نمریؓ :

ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے، بچپن میں رومی ان کو قید کر کے لے گئے تھے، وہاں انہوں نے رومی زبان سیکھی، پھر یہ بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے، یہاں عبداللہ بن جدعان کے حلیف بن کر رہنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دارِ ارقم میں تھے تو یہ عمار بن یاسرؓ کے ساتھ ایک ہی دن مسلمان ہوئے، ان کو بھی اسلام کی خاطر ستایا گیا اور تکلیفیں دی گئیں، مدینہ منورہ ہجرت کے موقع پر قریش نے ان کا پیچھا کیا، انہوں نے اپنا مال دینے کی پیشکش کی، قریش نے ان کی پیشکش قبول کی، مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ گوش گزار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو یحیی تمہارا یہ سودا نفع بخش ہے''۔

ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

«ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤوف بالعباد». [۲]

''اور کوئی شخص ایسا ہے کہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور خدا بندوں پر بہت مہربان ہے''۔

---

[۱] الاستیعاب: حرف السین، باب من اسمہ سہیل، رقم (۱۰۹۹)، ص (۳۴۳)۔

[۲] سورہ بقرہ (آیت: ۲۰۷)۔

یہ کیسے خوش قسمت انسان ہیں کہ ان کے لیے آیت مبارکہ نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے حارث بن صمہؓ کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کیا، غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے، حضرت عمرؓ نے خلافت کے لیے شوریٰ قائم کرنے کے بعد ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، چنانچہ یہ تین دن تک نماز پڑھاتے رہے، ۸ھ/۶۵۹ء یا ۳۹ھ/۶۶۰ء کو مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔[1]

(۲۷) حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان قریشی تیمی، ان کی کنیت ابو محمد ہے اور طلحۃ الفیاض کے لقب سے مشہور ہیں، طلحۃ الخیر اور طلحۃ الجود کے لقب سے بھی جانے جاتے ہیں، والدہ کا نام صعبہ بنت عبد اللہ حضرمیہ ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دعوت سے مسلمان ہوئے، اسلام لانے کی وجہ سے خویلد بن نوفل اور ایک قول کے مطابق ان کے بھائی عثمان بن عبید اللہ نے ابو بکر صدیقؓ اور حضرت طلحہؓ کو رسی سے باندھا تاکہ وہ دینِ اسلام سے پھر جائیں، اس وجہ سے ان دونوں کو قرینین کہا جاتا ہے، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں جب مہاجرین کا آپس میں بھائی چارہ قائم کیا تو ان کا بھائی چارہ حضرت زبیر بن عوامؓ سے قائم کیا، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، وہاں حضرت اسعد بن زرارہؓ کے ہاں ٹھہرے، ان کا بھائی چارہ کعب بن مالکؓ یا ابو ایوب انصاریؓ کے ساتھ قائم ہوا۔ حضرت سعید بن زیدؓ اور ان کو رسول اللہ ﷺ نے شام سے آنے والے قریش کے قافلے کی خبر لانے اور جاسوسی کے لیے بھیجا، ان کی واپسی غزوہ بدر کے اختتام پر ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے مالِ غنیمت اور اجرت میں سے حصہ مقرر کیا، غزوہ احد اور اس کے علاوہ دیگر غزوات میں شرکت کی

---

[1] طبقات ابن سعد: (۳/۲۲۶-۲۳۰)۔

سعادت حاصل کی، غزوہ احد میں ان کی جاںنثاری اور کارکردگی دیدنی تھی، جس وقت جنگِ احد کا پانسہ پلٹا اور مسلمانوں کی ادنیٰ سی غلطی کی بناء پر ان کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی، ایسے میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے نرغے میں آ گئے تو حضرت طلحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گئے، اپنے جسم کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے اور اپنے ہاتھ سے کافروں کے نیزوں کو روکتے رہے، جس سے ان کا وہ ہاتھ شل ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک چٹان پر چڑھنا چاہتے تھے، لیکن دو زرہیں پہننے کی وجہ سے نہ چڑھ سکے تو اس موقع پر حضرت طلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر چڑھ گئے، ان کے اس احسان کے بدلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا:

«الیوم أوجب طلحة».

''آج طلحہ نے اپنے اوپر جنت واجب کرلی''۔

حضرت عمرؓ نے خلافت کے لیے جن چھ صحابہ کے نام پیش کیے تھے اور ان کے بارے میں یہ فرمایا تھا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حالت میں انتقال ہوا کہ وہ ان چھ صحابہ سے راضی تھے''، ان میں ان کا بھی نام تھا۔

جنگِ جمل میں حضرت علیؓ کے ہمراہ آئے، پھر دورانِ جنگ صفوں سے الگ ہوگئے، لیکن مروان بن حکم نے تیر مار کر ان پر حملہ کردیا، جس سے بہت زیادہ خون بہنے کی وجہ سے شہید ہوگئے، جنگ جمل جمادی الثانیہ ۳۶ھ/دسمبر ۶۵۶ء میں ہوئی۔ [۱]

(۲۸) حضرت عاقل بن ابی بکیر بن عبد یالیل لیثیؓ:

بنو عدی کے حلیف تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دارِ ارقم میں تھے اس وقت یہ اسلام

---

[۱] الاستیعاب: حرف الطاء، باب من اسمہ طلحہ، رقم (۱۲۸۱)، ص (۳۸۵)۔

لائے، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شرکت کی سعادت حاصل کی، ان کے تین بھائی خالدؓ، عامرؓ اور ایاسؓ بھی غزوہ بدر میں شریک ہوئے، اس طرح یہ چاروں بھائی بدری ہیں اور یہ خصوصیت صرف انہی کو حاصل ہے، ۳۴ھ کو ان کا انتقال ہوا۔[۱]

(۲۹) حضرت عامر بن ابی بکیر بن عبد یالیل لیثیؓ:

بنو عدی کے حلیف تھے، رسول اللہ ﷺ جب دارِ ارقم میں تھے اس وقت یہ اسلام لائے، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیس بن شماسؓ کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کیا، غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شرکت کی سعادت حاصل کی، یمامہ کے دن شہادت سے سرفراز ہوئے۔[۲]

(۳۰) حضرت عامر بن ابی وقاصؓ:

عامر بن ابی وقاص بن وہیب، یہ حمنہ بنت سفیان بن امیہ کے بیٹے اور سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی ہیں، گیارہویں نمبر پر مسلمان ہوئے، اسلام قبول کرنے کی بناء پر ان کو اپنی والدہ کی طرف سے اتنی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں کہ اتنی کسی اور قریشی کو نہیں پہنچیں، یہاں تک کہ حبشہ ہجرت کی، یہ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔[۳]

(۳۱) حضرت عامر بن ربیعہ عنزیؓ:

آل خطاب کے حلیف تھے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ عدویہؓ

---

[۱] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳۸۸/۳)۔

[۲] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳۸۹/۳)۔

[۳] الاستیعاب: حرف العین، باب عامر، رقم (۱۳۲۳)، ص (۳۹۵)۔

کے ہمراہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کی، تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے، ۳۵ھ/ ۶۵۵ء کو حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے چند دن گزرنے کے بعد انتقال ہوا۔[1]

(۳۲) حضرت عامر بن فہیرہ ؓ:

ان کی کنیت ابو عمرو ہے، حضرت عائشہ ؓ کے ماں شریک بھائی ہیں، طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے، رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے، اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کو سخت اذیتیں دی گئیں، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا، یہ بکریاں چرایا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ جب غارِ ثور میں تھے تو یہ ان کو بکریوں کا دودھ پلاتے تھے، ان کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، وہاں حضرت سعد بن خیثمہ ؓ کے مہمان ہوئے اور حارث بن اوس ؓ سے ان کا بھائی چارہ قائم کیا گیا، غزوہ بدر اور احد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رفیق سفر رہے، چالیس سال کی عمر پا کر ۴ھ کو بیر معونہ کے موقع پر جبار بن سلمی یا عامر بن طفیل کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا، رسول اللہ ﷺ چالیس دن تک اصحاب بیر معونہ کے قاتلوں کے خلاف قنوت نازلہ پڑھتے رہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علمی تربیت یافتہ صحابہ کے قتل کیے جانے پر کیسا صدمہ تھا۔[2]

---

[1] الاستیعاب لابن عبدالبر: حرف العین، باب عامر، عامر بن ربیعہ العنزی، رقم (۱۳۳۴)، ص (۳۹۸)۔

[2] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، عامر بن فہیرہ، (۳/ ۲۳۰)۔ الاستیعاب لابن عبدالبر: حرف العین، باب عامر، رقم (۱۳۴۶)، ص (۴۰۰)۔

(۴۳) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ:

اسلام لانے سے پہلے ان کا نام عبد عمرو یا عبد کعبہ تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمن نام رکھا، ان کی کنیت ابو محمد ہے، والدہ کا نام شفاء بنت عوف بن عبد ہے، واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے، دارِارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا، حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کی، حضرت عبدالرحمنؓ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی، وہاں سعد بن ربیع کے ہاں ٹھہرے، سعد بن ربیع کے ساتھ آپ کا بھائی چارہ قائم کیا گیا، انہوں نے اپنا مال اور اپنی دونوں بیویاں تقسیم کرنے کی پیشکش کی کہ ان میں سے جسے آپ چاہیں لے لیں، حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا کہ اللہ تعالی آپ کو برکت دے، مجھے بازار کا راستہ بتا دیجئے، چنانچہ بازار جا کر تجارت شروع کی، بدر واحد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، احد میں تیراندازوں کی غلطی سے جب بھگدڑ مچ گئی تو یہ ثابت قدم رہے، غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے مغیرہ بن شعبہؓ کے ہمراہ گئے ہوئے تھے، جب واپس آئے تو عبدالرحمن بن عوفؓ ایک رکعت پڑھا چکے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے نماز ادا کی اور فارغ ہونے کے بعد فرمایا:

«ما قبض نبي قط حتى يصلي خلف رجل صالح من أمته».

”کسی نبی کی روح نہیں نکالی گئی یہاں تک کہ وہ اپنی امت کے کسی نیک آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھ لے“۔

شعبان ۱۰ھ کو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعوتِ اسلام کے لیے سات سو آدمیوں کے ہمراہ دومۃ الجندل بھیجا، عبدالرحمن بن عوفؓ نے انہیں تین مرتبہ اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے ہر مرتبہ اسلام قبول کرنے سے انکار کیا، بالآخران کے سردار اصبغ بن عمرو کلبی مسلمان ہوگئے، رسول اللہ ﷺ کو اس کے مسلمان ہونے کی اطلاع دی گئی، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اصبغ بن عمرو کلبی کی ”تماضر“ نامی بیٹی سے نکاح کرنے کا لکھا، چنانچہ عبدالرحمنؓ نے اس

سے نکاح کیا (یہ پہلی کلبی عورت ہے جس سے ایک قریشی مرد نے نکاح کیا)، خارش یا جوئیں ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور زبیر بن عوامؓ کو ریشم پہننے کی اجازت دی تھی، مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد جب مکہ مکرمہ آتے تو اپنے پرانے گھر میں نہیں ٹھہرتے تھے، اپنے سفید بالوں کو تبدیل نہیں کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے خلافت کے سلسلے میں ان کو شوریٰ کا متولی بنایا، اپنے آخری حج میں ان کو لوگوں کی نگرانی کرنے کی ذمہ داری سونپی، اس حج میں ازواجِ مطہراتؓ کی حفاظت حضرت عبد الرحمنؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ کر رہے تھے، حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں ان کو حج کا نگران بنا کر بھیجا تھا، ۳۲ھ کو پچھتر (۷۵) برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ [۱]

(۳۴) حضرت عبداللہ بن جحشؓ:

عبداللہ بن جحش بن رباب، ان کی کنیت ابو محمد ہے، والدہ کا نام امیمہ بنت عبد المطلب بن ہاشم ہے، انہوں نے اپنے دو بھائیوں عبید اللہ اور ابو احمد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا، انہوں نے اپنے بھائی عبید اللہ اور ان کی بیوی (اپنی بھابی) امّ حبیبہ بنت ابی سفیانؓ کے ساتھ حبشہ کی دوسری ہجرت میں حصہ لیا، لیکن عبید اللہ وہاں جا کر مرتد ہوا اور وہیں مرا جب کہ یہ مکہ مکرمہ لوٹ آئے، مدینہ منورہ ہجرت کے موقع پر ان کے قبیلے بنو غنم بن دودان کے مرد و عورت سب گھروں کو تالے لگا کر نکلے اور مدینہ منورہ پہنچے، وہاں یہ سب مبشر بن عبد المنذر کے ہاں ٹھہرے، عبداللہ بن جحش کی مواخات عاصم بن ثابت بن ابو الافلح کے ساتھ ہوئی، ان کو رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا جس میں کوئی انصاری صحابی نہیں تھا، سب مہاجرین صحابہؓ تھے، اور ان کو ایک خط دے کر فرمایا کہ

---

[۱] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۱۲۶/۳)۔ الاستیعاب لابن عبد البر: حرف العین، باب عبد الرحمن، رقم (۱۴۵۳)، ص (۴۲۰)۔

جب تم دو دن سفر کر چکو تو یہ خط کھول کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔

انہوں نے اپنے لیے شہادت کی دعا مانگی تھی جو غزوہ احد میں قبول ہوئی، ابوالحکم بن اخنس بن شریف ثقفی نے ان کو شہید کیا، ان کو اور ان کے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ؓ کو ایک قبر میں دفن کیا گیا، چالیس سال سے کچھ اوپر عمر پائی۔[1]

(۳۵) حضرت عبداللہ ابن مسعود ہذلی ؓ:

ان کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے، سابقین اوّلین اور جلیل القدر کبار فقہاء صحابہ میں ان کا شمار ہے، اسی طرح قراءت میں بھی اپنا مقام رکھتے ہیں، ان کو رسول اللہ ﷺ کی خصوصی خدمت کا موقع ملا اور ''صاحب النعلین'' کے لقب سے مشہور ہوئے، یہ سیرت وصورت دونوں لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے، غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں پا بر کاب رہے، امت محمدیہ کے فرعون ابوجہل کا کام انہوں نے ہی تمام کیا تھا، ان کو حضرت عمر ؓ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ کا امیر مقرر کیا، ۳۲ یا ۳۳ھ / ۶۵۳ء کو مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا۔[2]

(۳۶) حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح ؓ:

ان کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح قریشی فہری ہے، کبار صحابہ ؓ میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان دس خوش نصیب صحابہ ؓ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی مجلس میں جنّتی ہونے کی بشارت دی، جن کو عشرہ مبشرہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ان کے بارے میں ارشاد ہے:

«لكلّ أمة أمين وأمين هذه الأمة أبو عبيدة بن الجراح».

---

[1] طبقات ابن سعد، طبقات البدریین من المہاجرین، (۸۹/۳)۔

[2] طبقات ابن سعد، طبقات البدریین من المہاجرین، (۱۵۰/۳)۔

''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں''۔

اہلِ نجران نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لیے ایک معلّم مانگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے پاس ایک ایسا آدمی بھیجتا ہوں جو ایسا امین ہے کہ امانت کا حق ادا کرے گا اور پھر ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا، غزوہ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے، غزوہ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور چہرہ مبارک میں خود کی دو کڑیاں گھس گئیں تو ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرے سے وہ کڑیاں نکالیں، نکالتے ہوئے ان کے سامنے کے دو دانت بھی گر گئے جس کی وجہ سے یہ اثرم (جس کے سامنے کے دو دانت نہ ہوں) کہلاتے تھے، سقیفہ بنی ساعدہ میں جب خلیفہ مقرر کرنے کے سلسلے میں مہاجرین وانصار سب جمع تھے تو وہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

«قد رضيت لكم أحد هذين الرجلين يعني: عمر وأبو عبيدة».
''میں تمہارے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ پر راضی ہوں''۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ اور واقدی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق یہ ہجرتِ حبشہ ثانیہ میں شریک تھے، جب کہ ابن عقبہ اور دیگر حضرات نے ان کی ہجرت کا ذکر نہیں کیا، ملک شام کے شہر اردن میں ۱۸ھ/۶۳۹ء کو طاعون عمواس میں جس کی وجہ سے چھبیس ہزار (۲۶۰۰۰) افراد کا انتقال ہوا، وفات پائی، اس وقت ان کی عمر اٹھاون (۵۸) برس تھی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، وہیں شام میں دفن ہوئے۔[1]

(۳۷) حضرت عبیدہ بن حارث بن مطّلب مطّلبی رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابوحارث یا ابومعاویہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دس برس بڑے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے، اپنے دو

---

[1] طبقات ابن سعد، طبقات البدریین من المہاجرین، (۴۰۹/۳)۔

بھائیوں طفیل اور حصین کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت کی، وہاں عبد اللہ بن سلمہ عجلانی کے ہاں اترے، سب سے پہلا فوجی دستہ جو ۲ھ میں روانہ کیا گیا تھا، اس میں یہ بھی شریک تھے، غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی، غزوہ بدر میں سب سے زیادہ عمرانہی کی تھی، عتبہ بن ربیعہ یا شیبہ بن ربیعہ نے ان کا پاؤں کاٹا جس کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ [1]

(۳۸) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ:

عثمان بن عفان بن ابی العاص قریشی اموی، ان کی کنیت ابو عمرو ہے، تیسرے خلیفہ اور قدیم الاسلام صحابی ہیں، اپنی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کی، حضرت لوط علیہ السلام کے بعد یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے خاندان سمیت اللہ تعالی کے راستے میں ہجرت کی، یکے بعد دیگرے رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں آئیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، غزوہ بدر میں اپنی بیوی کی تیمار داری کی بناء پر شریک نہ ہو سکے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت میں ان کا حصہ مقرر کیا، غزوہ بدر کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں شرکت کی، بارہ (۱۲) دن کم بارہ (۱۲) برس کی خلافت کرنے کے بعد ۳۵ھ/۶۵۶ء کو شہید ہوئے، اس وقت ان کی عمر بیاسی (۸۲) برس تھی۔ [2]

(۳۹) حضرت عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ عنہ:

عثمان بن مظعون بن وہب قریشی جمحی، ان کی والدہ کا نام سخیلہ بنت عنبس ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئے، ۲ھ/۶۲۳ء کو مدینہ منورہ میں

---

[1] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۵۱/۳)۔

[2] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۵۳/۳)۔

انتقال ہوا، یہ مہاجرینِ مدینہ میں سے سب سے پہلے انتقال کرنے والے اور جنت البقیع میں دفن ہونے والے صحابی ہیں۔[1]

(۴۰) حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور حضور ﷺ نے ان کو ابوتراب کی کنیت سے نوازا تھا، والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے، ان کی والدہ پہلی عورت ہیں جنہوں نے ہاشمی بچہ جنا، (اس سے پہلے ہاشمی عورت نے ہاشمی مرد کے لیے بچہ نہیں جنا) رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں اور بچپن سے حضور ﷺ ہی کے زیرِ تربیت رہے، بچوں میں سب سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، غزوہ بدر اور اس کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے، بدر کے دن جھنڈا انہیں کے پاس تھا اور بھی کئی جنگوں میں حامل لواء رہے، غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور ﷺ نے گھریلو ضرورت کی بنا پر ان کو گھر میں ٹھہرایا، پھر تسلی دیتے ہوئے فرمایا: أما ترضى أن تكون منّي بمنزلة هارون من موسىٰ إلا أنـــه لا نبي بعدي، کبار فقہاء صحابہ میں سے تھے اور حضور کے زمانہ میں فتوی دیا کرتے تھے، لسانِ نبوت سے ان کو باب العلم کے لقب سے نوازا گیا اور أقضاهم علي کا تمغہ امتیاز بھی عنایت ہوا، ۴ سال ۹ مہینے خلافت کی، عبدالرحمن بن ملجم نے ان کو حالت نماز میں خنجر مارا، جس کی وجہ سے رمضان ۴۰ھ/جنوری ۶۶۱ء کو ۶۳ برس کی عمر میں شہادت پائی۔[2]

---

[1] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳/۳۹۳)۔

[2] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳/۱۹)۔ الاستیعاب: باب العین، رقم: (۱۸۶۶)، ص (۵۲۷)۔

(۴۱) حضرت عمار بن یاسر بن عامر عنسیؓ:

بنومخزوم کے حلیف تھے، ان کی کنیت ابو یقظان ہے، والدہ کا نام سمیہؓ ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، یہ اور حضرت صہیب بن سنانؓ دونوں ایک ہی دن دارِارقم میں اسلام لائے، حضرت عمارؓ اور ان کے والدین کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے سخت سے سخت اذیتوں کا نشانہ بنایا گیا، ان کو ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت میں لٹایا جاتا، دہکتے ہوئے انگاروں سے جلایا جاتا اور گھنٹوں پانی میں غوطے دیئے جاتے تھے، ایک دفعہ مشرکین نے ان کو اتنا ستایا کہ ان کی زبان سے رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ اور اپنے بتوں کے بارے میں خیر کے کلمات نکلوالیے، تب انہوں نے ان کو چھوڑا، اس کے بعد یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا قصہ سنایا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ اس وقت تمہارے دل کی کیفیت کیا تھی؟ کہا کہ میرا دل ایمان پر مطمئن تھا، آپ نے فرمایا کہ آئندہ اگر وہ تمہیں اس پر مجبور کریں تو تم دوبارہ ایسا کرنا، ان کی والدہ عالم اسلام کی سب سے پہلی شہید خاتون ہیں، حبشہ ہجرت کرنے کے سلسلے میں ان کے بارے میں مؤرخین اور سیرت نگاروں کا اختلاف ہے، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے، تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک ایسا مکان بنانا چاہیے جس میں رسول اللہ ﷺ کا قیام بھی ہو اور نماز کی ادائیگی بھی اس میں فرمائیں، چنانچہ خود پتھر جمع کر کے مسجد قباء تعمیر فرمائی، اس طرح ان کو سب سے پہلی مسجد تعمیر کرنے کا شرف حاصل ہوا، وہاں مبشر بن عبدالمنذر کے ہاں ٹھہرے اور حذیفہ بن یمانؓ کے ساتھ بھائی چارہ قائم ہوا، غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت کی، ۳۷ھ/۶۵۷ء کو جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی

جانب سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ [1]

(۴۲) حضرت عمر فاروقؓ:

حضرت عمر بن خطاب بن نفیل قریشی عدوی، ان کی کنیت ابوحفص اور لقب فاروق ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ لقب دیا تھا، والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ ہے، عام الفیل کے تیرہ برس بعد ان کی ولادت ہوئی، یہ قریش کے اَشراف میں سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں منصبِ سفارت ان کے سپرد تھی، قریشِ مکہ کی جب آپس میں یا دوسروں کے ساتھ جنگ وجدال کا معاملہ پیش آتا تو ان کو سفیر بنا کر بھیجتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تھی کہ عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام میں سے کوئی ایک مسلمان ہوجائے، چنانچہ ان کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی، ۶ نبوی میں اکتالیس (۴۱) مرد اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام قبول کیا، اس سے پہلے مسلمان دارِارقم میں چھپ کر عبادت کرتے تھے، ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے کہنے پر مسلمان علانیہ طور پر عبادت کرنے لگے اور دارِارقم کو چھوڑ دیا، مدینہ منورہ کے اوّلین مہاجرین میں ان کا شمار ہوتا ہے، غزوہ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے، کبار فقہاء صحابہ میں سے تھے، رسول اللہ ﷺ کی حیات میں فتوے دیا کرتے تھے۔

چنانچہ قاسم بن محمدؒ (۱۰۶ھ/ ۷۲۴ء) فرماتے ہیں:

> ''حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے'' [2]۔

---

[1] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المهاجرین، عمار ابن یاسر، (۳/ ۲۴۶)۔ الاستیعاب: لابن عبد البر، حرف العین، باب عمار، رقم (۷۴۶)، ص (۹۳۵)۔

[2] طبقات ابن سعد: ذکر من کان یفتی بالمدینۃ، (۲/ ۳۳۵)۔

عہدِ نبوی کے نامور فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

''اگر تمام قبائلِ عرب کا علم ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور حضرت عمرؓ کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمرؓ کے علم والا پلڑا جھک جائے گا''۔

اس سے ابن مسعودؓ کی فقہی بصیرت کا اندازہ کیجیے کہ فقہاء امت پر ان کی کیسی گہری نظر تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لو كان بعدي نبي لكان عمر».

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے'' [1]۔

انہوں نے ہجری تاریخ کی ابتداء کی، سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں امیر المؤمنین کے لقب سے نوازا گیا، ۲۳ھ / ۶۴۴ء کو مغیرہ بن شعبہؓ کے غلام ''ابولؤلؤ'' نے فجر کی نماز میں ان پر وار کیا جس کی بناء پر شہادت پائی، شہادت کے وقت ان کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ [2]

(۴۳) حضرت عمرو بن عبسہ سُلمی بَجَلیؓ:

عمرو بن عبسہ بن عامر سُلمی بَجَلی، ان کی کنیت ابونجیح ہے، ایک قول کے مطابق ابوشعیب ان کی کنیت ہے، اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کو بت پرستی سے نفرت تھی اور وہ اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے، پھر ان کی ملاقات ایک اہلِ کتاب آدمی سے ہوگئی اور ان سے افضل دین کے بارے میں پوچھا، اس نے کہا کہ مکہ کا ایک شخص افضل دین لے کر آئے گا، چنانچہ یہ مکہ مکرمہ کے راستے میں بیٹھ جاتے اور جو قافلہ گزرتا اس سے مکہ مکرمہ کے حالات کے متعلق پوچھا کرتے، آخر کار ان کو ایک قافلے نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی اطلاع دی، یہ مکہ مکرمہ پہنچے اور

---

[1] المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، (۳/ ۹۳)۔

[2] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۳/ ۲۶۵)۔

رسول اللہ ﷺ سے خفیہ طور پر ملے اور اسلام قبول کیا، اور عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ رہوں یا اپنی قوم بنوسلیم چلا جاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر جا کر رہو اور جب تمہیں میرے مکہ مکرمہ سے نکلنے کی خبر پہنچے تو میرے پاس آجانا، چنانچہ غزوہ خیبر کے بعد مدینہ منورہ آئے، رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو یہ بھی پہنچے اور پوچھا کہ کیا آپ نے مجھے پہچانا؟ فرمایا کہ ہاں تم مکہ مکرمہ آئے تھے اور ہماری یہ بات چیت ہوئی تھی، اس کے بعد شام چلے گئے تھے۔ [۱]

(۴۴) حضرت عمیر بن ابی وقاص قریشی زہری رضی اللہ عنہ:

ان کے والد ابو وقاص کا نام مالک بن اہیب ہے، والدہ حمنہ بنت سفیان بن امیہ ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، عمرو بن معاذ اور ان کا بھائی چارہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قائم کیا گیا، غزوہ بدر کے موقع پر یہ رسول اللہ ﷺ سے اپنے آپ کو چھپا رہے تھے، اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر جواب دیا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں رسول اللہ ﷺ مجھے چھوٹا سمجھیں اور بدر میں شریک ہونے کی اجازت نہ دیں، جب کہ میری آرزو یہ ہے کہ اللہ تعالی مجھے شہادت عطا فرمائے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو کم عمر ہونے کی بناء پر اجازت نہ دی تو یہ رونے لگے، رسول اللہ ﷺ نے ان کا یہ جذبہ دیکھا تو اجازت دے دی، چنانچہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور عمرو بن عبدود کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا، اس وقت ان کی عمر سولہ برس تھی۔ [۲]

---

[۱] الاستیعاب: حرف العین، باب عمرو، رقم (۹۶۱)، ص (۵۷۴)۔

[۲] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۱۴۹/۳)۔

(۴۵) حضرت عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ مخزومی رضی اللہ عنہ:

عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ مخزومی، ان کی والدہ کا نام اسماء بنت مخربہ ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، مہاجرین ہجرتِ ثانیہ میں سے ہیں، وہاں ان کے ایک صاحبزادے عبد اللہ بن عیاش کی ولادت ہوئی، جب انہیں مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے روک دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے قنوتِ نازلہ میں ان کا نام لے کر ان کے لیے دعا کی، ۱۳ھ/ ۶۳۴ء کو جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔[1]

(۴۶) حضرت مسعود بن ربیعہ قاری رضی اللہ عنہ:

قارہ قبیلے سے تعلق ہے اور بنو زہرہ کے حلیف ہیں، ان کی کنیت ابو عمیر ہے، رسول اللہ ﷺ کے دارِارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے، مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، عبید بن تیہان کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کیا گیا، غزوہ بدر اور اس کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی، ۳۰ھ کو ان کا انتقال ہوا، ساٹھ (۶۰) برس سے زائد عمر پائی۔[2]

(۴۷) حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ:

ابو عبد اللہ قرشی عبدری، جلیل القدر صحابی ہیں، رسول اللہ ﷺ جب دارِ ارقم میں تھے، اس وقت ایمان لائے تھے، لیکن اپنی والدہ اور قوم کے ڈر سے اسے چھپائے رکھا تھا، ایک دن عثمان بن طلحہ نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا اور جا کر ان کی قوم اور والدہ کو اطلاع دی، انہوں نے ان کو پکڑ کر گھر میں قید کر دیا، جب مسلمان حبشہ ہجرت کرنے لگے تو یہ بھی چھپ کر حبشہ چلے

---

[1] الاستیعاب: حرف العین، باب من اسمہ عیّاش، رقم (۱۰۲۷)، ص (۵۸۸)۔

[2] طبقات ابن سعد: طبقات البدریین من المہاجرین، (۱۶۸/۳)۔

گئے۔

سر تھامس آرنلڈ مستشرق لکھتا ہے:

ان مہاجرین میں سے ایک شخص حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے جن کے حالاتِ زندگی اس لحاظ سے بہت دلچسپ ہیں کہ انہیں دین اسلام قبول کرنے میں تلخ ترین آزمائش سے گزرنا پڑا، کیونکہ انہیں ان لوگوں کی نفرت کا سامنا کرنا پڑا جن سے وہ محبت کرتے تھے اور جو کسی زمانے میں ان سے محبت کرتے تھے، وہ حضرت ارقمؓ کے گھر میں اسلام کی تعلیمات سن کر مسلمان ہوئے تھے، لیکن وہ اپنے اسلام لانے کا اعلان کرنے سے اس لیے خوفزدہ تھے کہ ان کا قبیلہ اور ان کی والدہ جنہیں ان سے بڑی محبت تھی، نئے دین کی سخت مخالف تھی، واقعہ یہ ہے کہ جب ان لوگوں کو مصعبؓ کے تبدیل مذہب کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے آپؓ کو پکڑ کر قید میں ڈال دیا، لیکن مصعبؓ بھاگ نکلے اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔[1]

انصارِ مدینہ جب موسمِ حج میں آکر مسلمان ہوئے تو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے قاری و معلّم مانگا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو روانہ کیا اور بعد میں خط لکھ کر ہدایات دیں، جن میں سے ایک ہدایت یہ بھی تھی:

«أن يقرئهم القرآن ويفقههم».

''تمہارا کام ان کو قرآن پڑھانا اور فقہی احکام بتانا اور فقیہ بنانا ہے''۔

مدینہ منورہ میں ان کو قاری اور مقرئ کے لقب سے پکارا جاتا تھا، غزوہ احد میں شہید ہوئے، کفن دفن کے لیے صرف ایک چادر تھی جو ناکافی تھی، سر کو ڈھانپتے تو پیر ظاہر ہو جاتے اور پیر ڈھانپتے تو سر ظاہر ہو جاتا، نبی کریم ﷺ کے حکم سے ان کا سر ڈھانپ کر پیروں پر اذخر

[1] دعوتِ اسلام: ٹی ڈبلیو آرنلڈ، ترجمہ: نعیم اللہ ملک، (ص ۲۹)، نشریات اردو بازار، لاہور۔

کے پتے ڈال دیئے گئے۔[1]

(۴۸) حضرت مطلب بن ازہر بن عبد عوف زہری رضی اللہ عنہ:

ان کی والدہ بکیرہ بنت عبد یزید بن ہاشم ہیں، قدیم الاسلام صحابی ہیں، اپنی بیوی رملہ بنت ابی عوف اور بھائی طلیب بن ازہر کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے، وہاں ان کے بیٹے عبداللہ کی ولادت ہوئی، ابن کلبی کے بقول ان کے بیٹے عبداللہ نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی، مطلب بن ازہر اور ان کی بیوی رملہ دونوں کا انتقال حبشہ میں ہوا، کہا جاتا ہے کہ یہ اسلام میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے وارث چھوڑا۔[2]

(۴۹) حضرت معمر بن حارث رضی اللہ عنہ:

معمر بن حارث بن قیس قریشی سہمی، حاطب بن حارث کے بھائی ہیں، اپنے بھائی بشر بن حارث رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی، ان کی والدہ حرثان بن حبیب بن سواُة کی بیٹی تھیں، ان کے والد اسلام کے مخالف اور اسلام کا مذاق اڑانے والوں میں سے تھے، جن کے بارے میں قرآن کریم کی آیت:

«الذين جعلوا القرآن عضين».[3]

''جنہوں نے یعنی قرآن کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا''

نازل ہوئی، ان کے والد کو ماں کی طرف نسبت کر کے ''ابن الغیطلہ'' کہا جاتا تھا۔[4]

---

[1] طبقات ابن سعد، (۳/ ۱۱۶-۱۲۲)، دار صادر، بیروت۔

[2] الاستیعاب: حرف المیم، باب من اسمہ مطلب، رقم (۱۴۳۱)، ص (۶۸۰)۔

[3] سورہ حجر (آیت: ۹۱)۔

[4] الاستیعاب: حرف المیم، باب معمر، رقم (۱۴۸۳)، ص (۶۸۶)۔

(۵۰) حضرت نعیم بن عبداللہ نحّام عدوی ؓ:

ان کو نحّام اس لیے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا، وہاں میں نے نعیم کے کھانسنے کی آواز سنی، قدیم الاسلام صحابی ہیں، یہ اپنی قوم میں کافی معزز اور صاحبِ ثروت اور اپنے قبیلے بنو عدی کے یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرتے تھے، اس لیے ان کے قبیلے نے انہیں ہجرت نہ کرنے دی، سن ۶ ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے اپنے خاندان کے چالیس افراد کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی، حضور ﷺ نے فرمایا:

> ''اے نُعیم! تمہارا قبیلہ میرے قبیلے کی بہ نسبت تمہارے لیے بہتر ہے، میرے قبیلے نے تو مجھے اپنے وطن سے نکال باہر کیا تھا، جب کہ تمہارے قبیلے نے تمہیں اپنے پاس ٹھہرائے رکھا''۔

۱۳/ ۱۵ ھ میں شہید ہوئے۔ [۱]

(۵۱) حضرت واقد بن عبداللہ بن عبد مناف تمیمی یربوعی ؓ:

بنو عدی کے حلیف تھے، رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے، مدینہ منورہ میں بشر بن براء بن معرور ؓ کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو فوجی دستہ عبداللہ بن جحش ؓ کے ہمراہ بھیجا، یہ سب سے پہلے صحابی ہیں جنہوں نے کسی کافر کو قتل کیا، غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضرت عمر ؓ کے دورِ خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ [۲]

---

[۱] الاستیعاب علی ہامش الاصابہ: (۳/ ۵۵۷، ۵۵۶، ۵۵۵)، مکتبۃ المثنی بغداد۔

[۲] الاستیعاب: حرف الواو، باب من اسمہ واقد، رقم (۱۷۱۹)، ص (۷۴۲)۔

سابقینِ اوّلین صحابیات:

ابتدائے اسلام میں (جب حلقہ بگوش اسلام ہونا گویا ظلم وستم اور مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جانا تھا) جن لوگوں نے اسلام قبول کیا، قرآن مجید نے انہیں سابقین اوّلین کے خطاب سے نوازا، یہ خطاب خاص ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے دینِ اسلام کو اس وقت سینے سے لگایا جب لوگ اسے اوپرا سمجھتے تھے، ایسے میں جہاں مردوں نے قربانی دی، وہاں عورتوں نے بھی دلیری اور بہادری کے جوہر دکھلائے اور باوجود صنفِ نازک ہونے کے ان تمام مصائب کو برداشت کیا، جن کے تصور سے ہی آج کے مرد کانپتے ہیں، ذیل میں ان عورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو سابقین اولین میں داخل ہیں۔

(۱) حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ:

ان کی والدہ کا نام قیلہ اور ایک قول کے مطابق قتیلہ بنت عبدالعزی ہے، حضرت عائشہؓ کی باپ شریک بہن اور عمر میں ان سے بڑی تھیں، عبداللہ بن ابوبکرؓ ان کے حقیقی بھائی تھے، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، ان سے پہلے سترہ آدمی اسلام قبول کر چکے تھے، رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جب مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا ارادہ ہوا تو انہوں نے ان دونوں کے لیے کھانا تیار کیا، لیکن باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ ملی، انہوں نے اپنے دوپٹے کے دو ٹکڑے کر کے اسے باندھا، اس وجہ سے ان کا لقب ''ذات النطاقين'' مشہور ہوا، یہ حضرت زبیر بن عوامؓ کے نکاح میں تھیں، مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے وقت یہ حاملہ تھیں، قباء پہنچنے پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ولادت ہوئی، آخری عمر میں بینائی چلی گئی تھی، اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے کچھ دن بعد سو برس کی عمر پا کر جمادی الاولی ۷۳ھ رستمبر ۶۹۲ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ [1]

---

[1] طبقات ابن سعد: نساء المسلمات المبايعات، (۲۴۹/۸)۔

(۲) حضرت اسماء بنت سلامہ تمیمیہؓ:

ان کی والدہ کا نام سلمہ بنت زہیر ہے، رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، اپنے شوہر عیاش بن ابی ربیعہؓ کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئیں، حبشہ میں ان کے ایک بیٹے عبداللہ بن عیاش کی ولادت ہوئی۔ [۱]

(۳) اسماء بنت عمیسؓ:

اسماء بنت عمیس بن معد، ان کی والدہ کا نام ہند بنت عوف کنانیہ ہے، قبیلہ خثعم سے ان کا تعلق ہے، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، رسول اللہ ﷺ کے دارِارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا، اپنے شوہر جعفر بن ابی طالبؓ کے ہمراہ ہجرتِ حبشہ میں شرکت کی۔ [۲]

(۴) حضرت امیمہ بنت خلف خزاعیہؓ:

ان کا نام ہمینہ اور امینہ بھی آیا ہے، یہ مشہور صحابی طلحہ بن عبد اللہؓ (جن کا لقب طلحۃ الطلحات ہے) کی پھوپھی ہیں، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر خالد بن سعید کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئیں، وہاں ان کے ایک بیٹے سعید اور ایک بیٹی اُمہ کی ولادت ہوئی۔ [۳]

(۵) حضرت جاریہ بنت عمرو بن مؤمّلؓ:

قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، ان کو بھی اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اذیتیں دی گئیں، حضرت عمر بن خطابؓ اسلام سے پہلے ان کو سزا دیتے تا کہ یہ اسلام سے پھر جائیں اور ان کو

---

[۱] طبقات ابن سعد: نساء المسلمات المبایعات، (۲۴۹/۸)۔

[۲] طبقات ابن سعد: غرائب نساء العرب المسلمات المہاجرات المبایعات، (۲۸۰/۸)۔

[۳] الاستیعاب: کتاب النساء وکناھن، باب الألف، رقم (۳۰۸)، ص (۸۶۲)۔

اتنا مارتے کہ خود تھک جاتے۔[1]

(۶) حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ:

ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد قریشیہ اسدیہ، والدہ فاطمہ بنت زائدہ بن عاصم ہیں، بہت بڑی تاجرہ تھیں اور دوسرے ممالک میں بھی اپنا سامان تجارت بھیجا کرتی تھیں، پہلے ابو ہالہ کے نکاح میں تھیں، پھر عتیق بن عائذ اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، نکاح کے وقت ان کی عمر چالیس (۴۰) سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی، سوائے ابراہیم کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد انہیں سے ہوئی، سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد رمضان ۱۰ نبوی میں ان کا انتقال ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن قرار دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر تک کثرت سے ان کا تذکرہ کرتے تھے اور ان کے متعلقین کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے[2]۔

مستشرق سر تھامس آرنلڈ ان کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

حضرت خدیجہؓ پچیس سال کی ازدواجی زندگی کے بعد ۶۱۹ء میں انتقال کر گئیں، جب کبھی دشمنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا یا شک وشبہے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں راہ پائی تو حضرت خدیجہؓ نے ہمیشہ آپ کے ساتھ ہمدردی کا ثبوت دیا اور ہمت بڑھائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی تشفی دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حوصلہ افزائی کی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سیرت نگار لکھتا ہے: حضرت خدیجہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور خدا کی طرف سے جو پیغام حضور صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے، اس کی تصدیق کی اور

---

[1] اُسد الغابہ: امراء من اہل مکہ، جاریہ بنت مؤمل، رقم (۶۷۷۰)، (۶/ ۴۴)، مکتبہ الصفاء۔

[2] طبقات ابن سعد: تسمیۃ النساء المسلمات والمہاجرات من قریش والانصار، ص (۸۶۲)۔

حضور ﷺ کے کام میں ہاتھ بٹایا، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں انہوں نے سبقت کی اور انہیں کے ذریعے خدا نے اپنے رسول ﷺ کا بوجھ ہلکا کیا، رسول کریم ﷺ جب بھی لوگوں کی تردید اور تکذیب سے غمگین ہو جاتے اور حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے حضور ﷺ کا رنج و غم دور کرتا اور سکون پہنچاتا، حضرت خدیجہؓ حضور ﷺ کی ڈھارس بندھاتیں، حضور ﷺ کے غم و اندوہ کو ہلکا کرتیں اور حضور ﷺ کی تصدیق کرتیں، جس سے حضور ﷺ کے لیے لوگوں کی نفرت اور استہزاء کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا تھا۔[1]

(۷) حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی ہیں، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر حضرت عثمان بن عفانؓ کے ہمراہ حبشہ کی پہلی اور دوسری دونوں ہجرتوں میں شریک تھیں، غزوہ بدر کے دنوں میں وفات پائی۔[2]

(۸) حضرت رملہ بنت ابی عوفؓ:

ان کی والدہ امّ عبداللہ ہیں، رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائیں، اپنے شوہر مطلب بن ازہرؓ کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شرکت کی۔[3]

(۹) حضرت زنیرہ رومیہؓ:

بنو عبد الدار یا بنو مخزوم کی باندی تھیں، اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا، رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں، اسلام قبول کرنے کے بعد اتفاقی طور پر ان کی آنکھوں کی

---

[1] دعوتِ اسلام: ٹی ڈبلیو آرنلڈ، ترجمہ: نعیم اللہ ملک، (ص ۲۵، ۲۶)، نشریات، اردو بازار، لاہور۔

[2] الاستیعاب: کتاب النساء و کناھن، باب الراء، رقم (۵۰۸)، ص (۸۸۴)۔

[3] الاستیعاب: کتاب النساء و کناھن، رملہ بنت ابی عوف، رقم (۵۱۲)، ص (۸۸۶)۔

بینائی چلی گئی، یہ دیکھ کر مشرکین مکہ کہنے لگے کہ لات اور عزّیٰ کا انکار کرنے کی وجہ سے اور اسلام لانے کی وجہ سے لات اور عزّیٰ نے اس سے بینائی چھین لی ہے، انہوں نے ان کے جواب میں فرمایا کہ لات اور عزّیٰ کو کیا معلوم کہ کون ان کی عبادت کر رہا ہے، یہ بینائی کا جانا اللہ تعالی کی طرف سے ہے، اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ میری بینائی لوٹا دے، اس پر اللہ تعالی نے ان کی بینائی لوٹا دی، یہ ان سچے ایمان کی علامت ہے۔«فاعتبروا يا أولي الأبصار».

اللہ تعالی نے ان کو کیسے سرخرو فرمایا، مشرکین نے کہا کہ (نعوذ باللہ) یہ محمد ﷺ کے جادو کا اثر ہے، انہوں نے اسلام کی خاطر سخت تکلیفیں جھیلیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو خرید کر آزاد کیا۔[1]

(۱۰) حضرت امّ سلمہ بنت ابی امیہؓ:

ان کا نام ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ ہے، والدہ عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہیں، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر حضرت ابوسلمہؓ کے ہمراہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئیں، مدینہ منورہ ہجرت کی سعادت حاصل کی، ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں، یزید بن معاویہ کے دورِ حکومت کی ابتداء میں ۵۹/۶۰ھ کو ان کا انتقال ہوا۔[2]

(۱۱) حضرت سمیہ بنت خیاطؓ:

یہ ابوحذیفہ بن مغیرہ کی باندی تھیں، یاسر بن عامر یمن سے آکر ابوحذیفہ کے حلیف بنے تو ابوحذیفہ نے ان کا نکاح حضرت سمیہؓ سے کر دیا، جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعوی کیا

---

[1] معرفۃ الصحابۃ: باب الزای، زنیرہ رومیہ، رقم (۷۷۰۴)، (۵/۲۴۴)، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[2] أسد الغابۃ: کتاب النساء، حرف الہاء، رقم (۷۳۴۴)، (۶/۳۴۷)۔

تو دونوں میاں بیوی اوران کے دو بیٹے عمار بن یاسرؓ اور عبداللہ بن یاسرؓ اسلام کے حلقہ نشینوں میں داخل ہوئے، حضرت سمیہؓ اوران کے پورے خاندان نے اسلام کی خاطر سخت سے سخت مصائب برداشت کیے، رسول اللہ ﷺ کا ان پر گزر ہوتا تو ان کو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت سناتے، ابوجہل ملعون نے حضرت سمیہؓ کی ران میں نیزہ مارا جس سے وہ شہید ہوگئیں، اس طرح ان کو اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلی شہید خاتون ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔[۱]

(۱۲) حضرت سہلہ بنت سہیلؓ:

ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عبد العزی ہے، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر ابوحذیفہ بن عتبہؓ کے ہمراہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کی، وہاں ان کے ایک بیٹے محمد بن ابوحذیفہ کی ولادت ہوئی۔[۲]

(۱۳) حضرت امِّ عبیسؓ:

اپنے بیٹے عبیس بن کریز کے نام سے امِّ عبیس کنیت پڑی، بنوتیم کی باندی تھیں، ابتداء میں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں، مشرکین مکہ نے ان کو اسلام کی خاطر تکلیفوں سے دوچار کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خرید کر آزاد کیا۔[۳]

(۱۴) حضرت فاطمہ بنت خطّابؓ:

حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ ہیں، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، ایک قول کے مطابق اپنے شوہر

---

[۱] الاستیعاب: باب السین، سمیہ ام عمار، رقم (۵۵۴)، ص (۸۹۵)۔

[۲] الاستیعاب: کتاب النساء وکناھن، باب السین، رقم (۵۵۶)، ص (۸۹۶)۔

[۳] أسد الغابہ: حرف العین، ام عبیس، رقم (۷۵۳۵)، (۳۹۶/۶)۔

حضرت سعید بن زیدؓ کے ساتھ اسلام لائیں، حضرت عمر کے اسلام لانے کا سبب بھی یہی بنیں، جیسا کہ تفصیلی قصہ پہلے گذر چکا ہے۔[۱]

(۱۵) حضرت فاطمہ بنت مجلَّل عامریہؓ:

ان کی والدہ کا نام امّ حبیب بنت عاص ہے، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر حاطب بن حارثؓ کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئیں۔[۲]

(۱۶) حضرت فکیہہ بنت یسارؓ:

قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر خطّاب بن حارثؓ کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئیں۔[۳]

(۱۷) حضرت لیلی بنت ابی حثمہؓ:

قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر عامر بن ربیعہ کے ہمراہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئیں۔[۴]

تربیت کا نمونہ، ہجرتِ حبشہ:

کفارِ قریش کو جب کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ اسلام قبول کر چکا ہے تو اسے طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دیتے تھے، جس کی وجہ سے کوئی مسلمان مکہ مکرمہ میں رہ کر فرائضِ اسلام کو آزادی سے نہیں بجا لاسکتا تھا اور نہ ہی کھل کر قرآن کی تلاوت کرسکتا تھا، اس

---

[۱] أسد الغابہ: کتاب النساء، حرف الفاء، رقم (۷۱۸۳)، (۶/۲۹۹)۔

[۲] أسد الغابہ: کتاب النساء، حرف الفاء، رقم (۷۱۹۵)، (۶/۳۰۷)۔

[۳] أسد الغابہ: کتاب النساء، حرف الفاء، رقم (۷۲۱۵)، ص (۶/۳۱۳)۔

[۴] الاستیعاب: کتاب النساء وکناھن، باب اللام، رقم (۶۴۸)، ص (۹۱۷)۔

لیے حضورِ اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت کی، (قصی نے قافلے کے لیے حبشہ سے معاہدہ کیا تھا کہ ہمارے قافلے ادھر سے گزرا کریں گے) بادشاہ نجاشی (۹ھ/ ۶۳۰ء) رحم دلی اور عدل وانصاف میں شہرت رکھتا تھا۔

حبشہ کی پہلی ہجرت:

چنانچہ سب سے پہلے رجب ۵ نبوی ۶۱۶ عیسوی میں مندرجہ ذیل چار عورتیں اور بارہ مرد چھپ کر حبشہ ہجرت کرنے کے لیے نکلے، بندرگاہ پر پہنچے تو تاجروں کی دو کشتیاں حبشہ جارہی تھیں، ان تاجروں نے ان میں سے ہر ایک کو پانچ درہم کی اجرت پر سوار کر کے حبشہ پہنچادیا، ان سب کے حالات ماقبل میں سابقین اولین کے عنوان کے تحت گزر گئے ہیں، اس لیے یہاں صرف ان کے نام ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت حاطب بن عمرو عامریؓ۔

۲۔ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ۔

۳۔ حضرت زُبیر بن عوامؓ۔

۴۔ حضرت ابوسبرہ بن ابی رُہمؓ۔

۵۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ۔

۶۔ حضرت سہیل بن بیضاءؓ۔

۷۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ۔

۸۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ۔

۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔

۱۰۔ حضرت عثمان بن عفانؓ۔

۱۱۔ حضرت عثمان بن مظعون ؓ۔

۱۲۔ حضرت مصعب بن عمیر ؓ۔

۱۳۔ حضرت رُقیہ ؓ بنتِ رسول اللہ ﷺ۔

۱۴۔ حضرت امّ سلمہ ؓ بنت ابی امیّہ۔

۱۵۔ حضرت سہلہ بنتِ سہیل ؓ۔

۱۶۔ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ ؓ۔

حبشہ سے لوٹنے کا سبب:

حبشہ میں صحابہ ؓ کے ساتھ شاہِ حبشہ نجاشی حسنِ سلوک سے پیش آیا، وہاں ان کو خوب پذیرائی ملی اور وہ لوگ امن وامان کی زندگی گزارنے لگے، ابھی ان کو تقریباً دو ماہ کا عرصہ ہوا تھا کہ ان کو مشرکینِ مکہ کے بارے میں یہ خبر پہنچی کہ وہ سب مسلمان ہو چکے ہیں، حتیٰ کہ ولید بن مغیرہ اور ابو احیحہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا ہے، صحابہ ؓ یہ سن کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ مشرکینِ مکہ کے اسلام کی خبر غلط تھی، اب ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا، سوائے ابن مسعود ؓ کے کہ وہ بغیر پناہ لیے داخل ہوئے اور تھوڑی دیر قیام کرنے کے بعد حبشہ روانہ ہو گئے۔ [1]

حبشہ کی دوسری ہجرت:

قریش مکہ جو مسلمانوں کی حبشہ ہجرت سے خار کھائے بیٹھے تھے اور نجاشی کے پناہ دینے کی وجہ سے سخت غم وغصے میں تھے، جب صحابہ ؓ حبشہ سے مکہ مکرمہ آ گئے تو ان کو اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کا موقع ہاتھ آیا، انہوں نے پہلے سے زیادہ صحابہ ؓ کو تنگ کرنا شروع کر دیا، اور ان کا رویہ ان

---

[1] طبقات ابن سعد: (۲۰۶/۱)۔

کے ساتھ سخت سے سخت تر ہو گیا، مسلمانوں کے لیے مکہ مکرمہ میں رہنا مشکل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دوسری دفعہ حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ [1]

چنانچہ دوسری دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے تراسی (۸۳) مرد اور اٹھارہ (۱۸) عورتیں، جن میں سے گیارہ (۱۱) عورتیں قریشی جب کہ سات (۷) غیر قریشی شامل تھیں، وہاں یہ لوگ قیام پذیر رہے، جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ کی خبر پہنچی تو ان میں سے تینتیس (۳۳) مرد اور آٹھ (۸) عورتیں مکہ مکرمہ واپس آئے، ان میں سے دو کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا، سات افراد کو مشرکین نے روکے رکھا اور ہجرت نہیں کرنے دی، باقی چوبیس (۲۴) حضرات نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے، ربیع الاول ۷ھ کو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ کو ایک خط دے کر نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس بھیجا، اس خط میں رسول اللہ ﷺ نے اس سے چند امور کی انجام دہی کا مطالبہ کیا۔

۱۔ اسے دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، (شاہانِ عجم میں سب سے پہلے نجاشی کو دعوتِ اسلام دی گئی)۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے امّ حبیبہ بنت ابی سفیان سے (جنہوں نے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی تھی، لیکن ان کا شوہر عبید اللہ وہاں جا کر نصرانی ہو گیا اور کفر ہی کی حالت میں انتقال ہوا) نکاح کروانے کو کہا۔

۳۔ جو صحابہ یہاں حبشہ سے ہجرتِ مدینہ کے موقع پر مکہ مکرمہ نہیں گئے، بلکہ ابھی تک وہیں قیام پذیر تھے ان کو مدینہ منورہ روانہ کرنے کو کہا۔

نجاشی نے ان تینوں مطالبوں کو پورا کیا اور اسلام قبول کیا، امّ حبیبہ سے خالد بن سعید کی ولایت میں رسول اللہ ﷺ کا نکاح کروایا اور ان کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا، اور

---

[1] مختصر سیرۃ الرسول: محمد بن عبد الوہاب النجدی، ص (۹۳)۔

تیسرا مطالبہ پورا کرتے ہوئے عمرو بن امیہؓ کے ہمراہ وہاں قیام پذیر صحابہؓ کو دو کشتیوں میں سوار کر کے مدینہ منورہ بھیجا، یہ مدینہ منورہ اس وقت پہنچے جس وقت رسول اللہ ﷺ خیبر کی فتح سے لوٹ رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے دوسرے مسلمانوں سے رائے لے کر ان کو بھی غنیمت میں سے حصہ دیا۔[1]

مہاجرین حبشہ میں سے درج ذیل افراد کا تذکرہ ماقبل میں ہو چکا ہے، لہٰذا ان کے صرف نام ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ۔

۲۔ حضرت حاطب بن حارث بن معمر جمحیؓ۔

۳۔ حضرت حاطب بن عمرو عامریؓ۔

۴۔ حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ۔

۵۔ حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ۔

۶۔ حضرت زبیر بن عوامؓ۔

۷۔ حضرت سائب بن عثمان بن مظعونؓ۔

۸۔ حضرت ابو سبرہ بن ابی رہمؓ۔

۹۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومیؓ۔

۱۰۔ حضرت سلیط بن عمرو بن عبد شمسؓ۔

۱۱۔ حضرت سہیل بن بیضاءؓ۔

۱۲۔ حضرت عامر بن ربیعہ عنزیؓ۔

---

[1] طبقات ابن سعد: ۱/ ۲۰۷۔

۱۳۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ۔

۱۴۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ۔

۱۵۔ حضرت عثمان بن عفانؓ۔

۱۶۔ حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ۔

۱۷۔ حضرت عمار بن یاسر بن عامر عنسیؓ۔

۱۸۔ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ مخزومیؓ۔

۱۹۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ۔

۲۰۔ حضرت مطلب بن ازہر بن عبدعوف زہریؓ۔

۲۱۔ حضرت معمر بن حارثؓ۔

۲۲۔ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۳۔ حضرت رملہؓ بنت ابی عوف۔

۲۴۔ حضرت سہلہؓ بنت سہیل۔

۲۵۔ حضرت فاطمہؓ بنت مجلّل عامریہ۔

۲۶۔ حضرت فکیہہؓ بنت یسار۔

۲۷۔ حضرت لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ۔

۲۸۔ حضرت ام سلمہ ہندؓ بنت ابی امیہ۔

باقی ماندہ مہاجرین حبشہ کے نام اور مختصر حالات حروفِ تہجی کی ترتیب پر درج ذیل ہیں:

(۱) اسود بن نوفلؓ:

اسود بن نوفل بن خویلد قریشی اسدی، امّ المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کے بھتیجے

ہیں، ان کی والدہ کا نام فریعہ بنت علی بن نوفل ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں اور حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک تھے، ان کی اولاد زندہ نہیں رہی۔ [۱]

(۲) بشر بن حارث رضی اللہ عنہ:

بشر بن حارث بن قیس قریشی سہمی، یہ خود بھی ہجرت حبشہ ثانیہ کے شرکاء میں سے ہیں اور ان کے والد حارث بن قیس اور دو بھائی حارث بن حارث اور معمر بن حارث کو بھی ہجرت میں شرکت کی سعادت حاصل رہی ہے، یہ حبشہ میں مقیم رہے اور غزوہ بدر کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔ [۲]

(۳) جابر بن سفیان رضی اللہ عنہ:

جابر بن سفیان بن معمر انصاری زرقی، ان کے والد سفیان انصاری زرقی تھے اور مکہ مکرمہ آئے جہاں ان کو معمر نے اپنا حلیف اور متبنی بنایا، اس وجہ سے ان کو سفیان بن معمر کہا جاتا ہے، معمر سفیان کے حقیقی والد نہیں ہیں، حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک تھے، ان کے والد سفیان، والدہ حسنہ، ایک حقیقی بھائی جنادہ اور باپ شریک بھائی شرحبیل بن حسنہ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر یہ ۷ھ میں حبشہ سے مدینہ منورہ ان دو کشتیوں میں سوار ہو کر آئے جس کا انتظام نجاشی شاہِ حبشہ نے کیا تھا، ان کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا [۳]

(۴) جنادہ بن سفیان رضی اللہ عنہ:

جنادہ بن سفیان بن معمر انصاری زرقی، جابر بن سفیان کے بھائی ہیں، ان کا انتقال بھی

---

[۱] الاستیعاب: حرف الألف، باب اسود، رقم (۵۰)، ص (۸۳)۔

[۲] الاستیعاب: حرف الباء، رقم (۱۸۰)، ص (۱۱۶)۔

[۳] الاستیعاب: حرف الجیم، رقم (۲۸۹)، ص (۱۳۸)۔

حضرت عمرؓ کے ایام خلافت میں ہوا۔[1]

(۵) جہم بن قیسؓ:

جہم بن قیس بن عبد، ان کی کنیت ابوخزیمہ ہے، ان کو جہیم بھی کہا جاتا ہے، ان کی والدہ کا نام رہیمہ ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، اپنی بیوی امّ حرملہ بنت عبد اسود خزاعیہؓ اور اپنے دو بیٹوں عمرو بن جہم اور خزیمہ بن جہم کے ہمراہ حبشہ کی ہجرت ثانیہ کی، ان کے ایک بیٹے خزیمہ کو نجاشی نے عمرو بن امیہ کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے مدینہ منورہ بھیج دیا تھا، جبکہ ان کی بیوی اور خود ان کی وفات حبشہ میں ہوئی، ان کی ایک بیٹی بھی خزیمہ کے نام سے تھیں، وہ بھی حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک تھیں۔[2]

(۶) حارث بن خالدؓ:

حارث بن خالد قریشی تمیمی، مکہ مکرمہ میں ابتدائے اسلام میں مسلمان ہوئے، حبشہ کی دوسری ہجرت میں اپنی بیوی رَیطہ بنت حارثؓ کے ہمراہ شریک ہوئے، وہیں حبشہ میں ان کے دو بیٹوں (موسیٰ، ابراہیم) اور دو بیٹیوں (زینب، عائشہ) کی ولادت ہوئی، ایک قول کے مطابق ان چاروں بچوں کا وہیں حبشہ میں انتقال ہوا، جب کہ اہلِ نسب کا قول یہ ہے کہ حبشہ سے مدینہ منورہ واپس آتے ہوئے راستے میں ان کو پانی نظر آیا، ان کے بچوں نے وہ پانی پیا جس سے وہ مر گئے اور اس طرح یہ اکیلے مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یزید بن ہاشم کی بیٹی سے ان کا نکاح کر دیا۔[3]

---

[1] الاستیعاب: حرف الجیم، رقم (۲۸۹)، ص (۱۳۸)۔

[2] الاصابہ: حرف الجیم، القسم الاول، (۱/ ۲۵۴)۔

[3] الاستیعاب: حرف الحاء، رقم (۴۰۵)، ص (۱۶۷)۔

(۷) حارث بن قیسؓ :

حارث بن قیس بن لقیط، یہ اور ان کے بھائی سعید بن قیس مہاجرین حبشہ میں سے ہیں۔ [۱]

(۸) حاطب بن حارث بن عدیؓ :

حاطب بن حارث بن عدیؓ، آپ کا تعلق قبیلہ سہم سے تھا، اسلام لانے کے بعد حبشہ ہجرت کی، علامہ ابن عبد البر اور ان سے پہلے ابو عبید، مصعب اور طبری نے آپ کو صحابہ میں شمار کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ آپ صحابی تھے۔ [۲]

(۹) حجاج بن حارثؓ :

حجاج بن حارث بن قیس قریشی سہمی، غزوہ احد کے بعد حبشہ سے مدینہ منورہ واپس آئے، ابن اسحاق کے قول کے مطابق ۱۳ھ ۶۳۴ء کو واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے، جب کہ ابن سعد کے قول کے مطابق ۱۵ھ ۶۳۶ء کو جنگ یرموک میں جام شہادت نوش کیا، ان کی اولاد نہیں تھی۔ [۳]

(۱۰) خالد بن سفیانؓ :

خالد بن سفیان بن معمر جمحی، علامہ ابن اسحاق اور علامہ واقدی کی ترجیح یہی ہے کہ آپ نے خالد بن سعید العاص کے ساتھ حبشہ ہجرت کی۔ [۴]

---

[۱] الاستیعاب: حرف الحاء، رقم (۴۲۰)، ص (۱۶۹)۔

[۲] سبل الهدی والرشاد: (۲/۳۹۸)، دار الکتب العلمیه۔

[۳] الاستیعاب، حرف الهاء، رقم (۴۹۵)، ص (۱۸۲)۔

[۴] تلقیح فهوم أهل الأثر فی عیون التاریخ والسیر: ص (۲۹۹)، دار الأرقم بن أبی الأرقم۔

(۱۱) خزیمہ بن جہم رضی اللہ عنہ:

خزیمہ بن جہم بن عبد قیس قریشی عبدری، اپنے والد جہم بن عبد قیس اور بھائی عمرو کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حبشہ سے لوٹے۔[1]

(۱۲) سائب بن حارث رضی اللہ عنہ:

سائب بن حارث بن قیس قریشی سہمی، دوسری ہجرت کے مہاجرین میں ان کا شمار ہوتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دورِ خلافت میں ۱۳ھ/ ۶۳۴ء کو معرکہ یومِ فحل میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔[2]

(۱۳) سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ:

سعد بن خولہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک تھے، حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور مدینہ منورہ ہجرت کی، پچیس (۲۵) برس کی عمر میں غزوہ بدر میں شرکت کی، بدر کے علاوہ احد، خندق اور حدیبیہ میں بھی شریک ہوئے، ۱۰ھ/ ۶۳۱ء کو حجۃ الوداع کے سفر میں مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا۔[3]

(۱۴) سعید بن حارث رضی اللہ عنہ:

سعید بن حارث بن قیس قریشی سہمی، اپنے بھائیوں کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شرکت کی، ۱۵ھ/ ۶۳۶ء کو جنگِ یرموک میں شہادت پائی۔[4]

---

[1] الاستیعاب: حرف الخاء، رقم (۶۶۳)، ص (۲۴۰)۔

[2] الاستیعاب: حرف السین، رقم (۸۹۲)، ص (۳۰۰)۔

[3] الاستیعاب: حرف السین، رقم (۹۳۰)، ص (۳۰۸)۔

[4] الاستیعاب: حرف السین، رقم (۹۷۷)، ص (۳۱۹)

(۱۵) سعید بن عبد قیسؓ:

سعید بن عبد قیس یا سعید بن عبید بن قیس بن لقیط قریشی، قدیم الاسلام صحابی ہیں اور حبشہ کی دوسری ہجرت کے مہاجرین میں سے ہیں۔ [1]

(۱۶) سعید بن عمروؓ:

یہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک تھے، ۱۳ھ / ۶۳۴ء کو اجنادین کے معرکہ میں شہادت کے رتبہ پر فائز ہوئے۔ [2]

(۱۷) سفیان بن معمرؓ:

سفیان بن معمر بن حبیب جمحی قریشی، قدیم الاسلام صحابی ہیں اور اپنے بیٹوں اور بیوی حسنہ کے ہمراہ حبشہ کی ہجرتِ ثانیہ میں شریک ہوئے، حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں انتقال فرمایا۔ [3]

(۱۸) سکران بن عمروؓ:

سکران بن عمرو بن عبد شمس قریشی عامری، یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، اپنی بیوی سودہ بنت زمعہؓ کے ساتھ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے، موسیٰ بن عقبہ کے قول کے مطابق ان کا انتقال حبشہ میں ہوا جب کہ محمد بن اسحاق کے قول کے مطابق یہ مکہ مکرمہ واپس آئے اور یہیں مدینہ منورہ کی ہجرت سے پہلے انتقال ہوا، ان کے انتقال کے بعد ان کی بیوی حضرت سودہ بنت زمعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، حضرت خدیجہ (۱۰ نبوی) کے بعد

---

[1] الاستیعاب: حرف السین، رقم (۹۸۹)، ص (۳۲۴)۔

[2] الاستیعاب: حرف السین، رقم (۹۹۰)، ص (۳۲۴)۔

[3] الاستیعاب: حرف السین، رقم (۱۰۰۵)، ص (۳۲۶)۔

رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آنے والی یہ پہلی خاتون تھیں۔[۱]

(۱۹) سلمہ بن ہشامؓ:

سلمہ بن ہشام بن مغیرہ مخزومی، ان کی والدہ کا نام ضباعہ بنت عمر ہے، ابتدائی اسلام لانے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، حبشہ سے جب واپس مکہ مکرمہ آئے تو ابوجہل (۲ھ/ ۶۲۴ء) نے انہیں قید کر کے سخت اذیتیں پہنچائیں، غزوہ خندق کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور اس کے بعد مسلسل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے، ۱۴ھ/ ۶۳۵ء کو مرج الصفر کے معرکے میں شہادت پائی۔[۲]

(۲۰) سویبط بن سعد بن حرملہؓ:

سویبط بن سعد بن حرملہ، ان کی والدہ کا نام ہنیدہ بنت خباب ہے، اس کے علاوہ مدینہ منورہ بھی ہجرت فرمائی، مدینہ منورہ میں عبد اللہ بن سلمہ عجلانی کے ہاں ٹھہرے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو عائذ بن ماعص زُرقی انصاری صحابی کا بھائی بنایا، غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔[۳]

(۲۱) شرحبیل بن حسنہؓ:

شرحبیل بن حسنہ کندی، حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے، ان کے والد کا نام عبداللہ بن مطاع بن عبداللہ ہے، یہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے، ۱۱ھ/ ۶۳۲ء کو حضرت عمرؓ کے ایام

---

[۱] اسد الغابہ: حرف السین، رقم (۲۱۳۴)، (۲/ ۳۶۲)

[۲] الاستیعاب: حرف السین، رقم (۱۰۳۳)، ص (۳۳۲)۔

[۳] اسد الغابہ: باب السین، رقم (۲۳۴۲)، (۲/ ۴۲۳)۔

خلافت میں طاعون عمواس میں انتقال ہوا، وفات کے وقت ان کی عمر ۶۷ سال تھی۔ [۱]

(۲۲) شماس بن عثمان ؓ:

شماس بن عثمان بن شرید مخزومی، ان کا اصل نام عثمان تھا، لیکن حسن و جمال کی وجہ سے شماس کے نام سے مشہور ہوئے، ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ربیعہ بن عبد شمس ہے، ۳ھ / ۶۲۴ء کو غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے، شہادت کے وقت ان کی عمر چونتیس (۳۴) برس تھی۔ [۲]

(۲۳) طلیب بن عمیر ؓ:

طلیب بن عمیر بن وہب، ان کی کنیت ابو عدی ہے، والدہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اروی ؓ بنت عبدالمطلب ہیں، دارِ ارقم میں مسلمان ہوئے، اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی والدہ کو آ کر خبر دی، والدہ نے کہا کہ سب سے زیادہ تیری مدد و نصرت کے حق دار تیرے ماموں زاد رسول اللہ ﷺ ہیں، اگر ہم عورتیں مردوں کی طرح طاقت رکھتیں تو ہم ان کا دفاع کرتیں، اس پر طلیب نے پوچھا کہ آپ اسلام قبول کیوں نہیں کرتیں، جب کہ آپ کے بھائی حمزہ بن عبد المطلب مسلمان ہو چکے ہیں، کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ میرے بھائی کیا کرتے ہیں، پھر اسی وقت مسلمان ہو گئیں، اس کے بعد یہ زبانی طور پر رسول اللہ ﷺ کی مدد و نصرت کرتیں اور اپنے بیٹوں کو بھی اس کی ترغیب دیتی تھیں، طلیب بن عمیر ؓ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک تھے، جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی تو وہاں عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے ہاں ٹھہرے، ان کو منذر بن عمرو ساعدی انصاری کا بھائی بنایا گیا، محمد بن عمر کی روایت کے مطابق غزوہ بدر میں شریک ہوئے، ۱۳ھ کو یوم اجنادین میں شہید ہوئے، اس وقت ان کی عمر پینتیس ۳۵ برس تھی،

---

[۱] الاستیعاب: حرف الشین، رقم (۱۱۶۵)، ص (۳۵۶)۔

[۲] اُسد الغابہ: باب الشین، رقم (۲۴۵)، (۲/ ۴۵۲)۔

ان کی اولاد نہیں تھی۔ [۱]

(۲۴) عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

عامر بن ابی وقاص، ان کے والد ابو وقاص کا نام مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ قرشی ہے، حبشہ کی ہجرت میں شریک تھے جب کہ آپ کے بھائی سعد بن ابی وقاص نے حبشہ ہجرت نہیں کی۔ [۲]

(۲۵) عامر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ:

عامر بن عبد اللہ بن جراح فہری، اپنی کنیت ابو عبیدہ بن جراح کے ساتھ مشہور ہیں، ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت غنم بن جابر ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، حبشہ سے واپس مکہ مکرمہ آئے اور پھر مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، تمام غزوات میں پا بر کاب رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کو امین الامۃ کا لقب ملا، ۱۸ھ/ ۶۳۹ء کو طاعون عمواس میں انتقال ہوا۔ [۳]

(۲۶) عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ:

عبد اللہ بن حذافہ بن قیس قریشی سہمی، ان کی والدہ کا نام تمیمہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسریٰ کے پاس اپنا قاصد بنا کر بھیجا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مصر میں ان کا انتقال ہوا۔ [۴]

---

[۱] الاستیعاب: حرف الطاء، رقم (۱۲۹۰)، ص (۳۸۸)۔

[۲] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۳۲۳)، ص (۳۹۵)۔

[۳] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۳۴۰)، ص (۳۹۸)۔

[۴] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۵۳۸)، ص (۴۴۵)۔

(۲۷) عبداللہ بن حارثؓ:

عبداللہ بن حارث بن قیس قریشی سہمی، انہیں شعروسخن میں کمال حاصل تھا، اپنے ایک شعر کی وجہ سے ''مبرق'' کے نام سے مشہور تھے، حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے ایام میں ۱۲ھ/ ۶۳۳ء کو جنگ یمامہ میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے۔ [۱]

(۲۸) عبداللہ بن سفیانؓ:

عبداللہ بن سفیان بن عبدالاسد قریشی مخزومی، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد ان کے چچا ہیں، ۱۳ھ/ ۶۳۴ء کو جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ [۲]

(۲۹) عبداللہ بن سہیلؓ:

عبداللہ بن سہیل بن عمرو عامری، حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آگئے تھے، یہاں ان کے والد نے انہیں قید کرلیا، جب غزوہ بدر کا موقع آیا تو والد کے مجبور کرنے پر کفار کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے، بدر پہنچ کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوگئے، ۱۲ھ/ ۶۳۳ء کو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ [۳]

(۳۰) عبداللہ بن شہابؓ:

عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ اصغر، ان کی والدہ بنت مسعود بن رباب ہیں، ان کا نام عبد الجان تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا، قدیم الاسلام صحابی ہیں، محمد بن عمر اور ہشام بن محمد بن سائب کلبی کی روایت کے مطابق حبشہ ہجرت کی، حبشہ

---

[۱] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۵۲۱)، ص (۴۴۴)۔

[۲] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۵۸۴)، ص (۴۶۰)۔

[۳] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۵۹۱)، ص (۴۶۱)۔

سے واپس مکہ مکرمہ آئے اور یہیں مکہ مکرمہ میں ان کا انتقال ہوا۔ [۱]

(۳۱) عبداللہ بن عرفطہؓ:

عبداللہ بن عرفطہ بن عدی انصاری خدری، یہ بدری صحابی ہیں۔ [۲]

(۳۲) عبداللہ بن مخرمہؓ:

عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی قریشی عامری، ان کی والدہ کا نام بہنانہ بنت صفوان ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے، خلافتِ صدیقی میں ۱۲ھ/ ۶۳۳ء کو جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ [۳]

(۳۳) عبداللہ بن مظعونؓ:

عبداللہ بن مظعون بن حبیب قریشی جمحی، ان کی والدہ کا نام سخیلہ بنت عنبس ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی، حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ۳۰ھ/۶۵۱ء میں انتقال ہوا۔ [۴]

(۳۴) عتبہ بن غزوانؓ:

عتبہ بن غزوان بن جابر، ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، ایک قول ابوغزوان کا بھی ہے، یہ بڑے خوبصورت اور دراز قد تھے، قدیم الاسلام ہیں، اپنے غلام حضرت خباب بن ارتؓ کے ہمراہ چالیس سال کی عمر میں مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے ہاں ٹھہرے،

---

[۱] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۵۹۹)، ص (۴۶۲)۔

[۲] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۶۳۱)، ص (۴۷۳)۔

[۳] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۶۷۴)، ص (۴۸۲)۔

[۴] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۶۸۰)، ص (۴۸۷)۔

ان کا بھائی چارہ حضرت ابودجانہؓ کے ساتھ قائم کیا گیا، حضرت عمرؓ نے ان کو ابلّہ بھیجا اور ان کو وہاں کا گورنر بنایا، انہوں نے وہاں خط کھینچا اور وہاں مسجد بنائی اور اسے آباد کیا اور اس کا نام بصرہ رکھا، خلافت فاروقی میں ۱۷ھ/۶۳۸ء کو بصرہ میں ان کا انتقال ہوا، اس وقت ان کی عمر ستاون ۵۷ برس تھی۔ [۱]

(۳۵) عتبہ بن مسعودؓ:

عتبہ بن مسعود بن غافل ہذلی، ان کی والدہ کا نام امّ عبد بنت عبدود بن سوی ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بھائی اور قدیم الاسلام صحابی ہیں، امام ابن شہاب زہری (۵۸-۱۲۴ھ/۶۷۸-۷۴۲ء) فرماتے ہیں:

> ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے بھائی عتبہ بن مسعودؓ سے زیادہ فقیہ نہ تھے، لیکن عتبہؓ کا جلد انتقال ہوگیا''۔

حبشہ سے مدینہ منورہ آئے، احد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، ان کا انتقال مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ [۲]

(۳۶) عثمان بن عبد غنمؓ:

عثمان بن عبد غنم بن زہیر قریشی فہری، قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ [۳]

(۳۷) عدی بن نضلہؓ:

عدی بن نضلہ بن عبد العزی قریشی عدوی، قدیم الاسلام صحابی ہیں، ان کا انتقال حبشہ میں

---

[۱] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۷۷۷)، ص (۵۰۰)۔

[۲] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۷۷۹)، ص (۵۰۱)۔

[۳] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۷۸۷)، ص (۵۰۴)۔

ہوا، یہ مہاجرین حبشہ میں سب سے پہلے وفات پانے والے صحابی ہیں۔ [۱]

(۳۸) عروہ بن ابی اثاثہؓ:

عروہ بن ابی اثاثہ قریشی عدوی، ان کی والدہ کا نام نابغہ بنت خزیمہ ہے۔ [۲]

(۳۹) عمرو بن رئاب ؓ:

عمرو بن رئاب بن مہشم قریشی سہمی، عین التمر کے معرکہ میں شہید ہوئے۔ [۳]

(۴۰) عمرو بن امیہؓ:

عمرو بن امیہ بن حارث، والدہ عاتکہ بنت خالد بن عبد مناف ہیں، قدیم الاسلام صحابی ہیں، حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے اور بالاتفاق حبشہ میں انتقال ہوا، ان کی اولاد زندہ نہیں رہی۔ [۴]

(۴۱) عمرو بن جہمؓ:

عمرو بن جہم بن عبد، انہوں نے اپنے بھائی خزیمہ بن جہم اور والد جہم بن عبد کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی اور وہاں سے مدینہ منورہ آئے۔ [۵]

(۴۲) عمرو بن حارثؓ:

عمرو بن حارث بن زہیر قریشی فہری، ان کی والدہ کا نام ہند بنت مضرب ہے، قدیم

---

[۱] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۸۰۲)، ص (۵۱۵)۔

[۲] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۸۱۳)، ص (۵۱۶)۔

[۳] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۹۳۹)، ص (۵۶۷)۔

[۴] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۹۱۸)، ص (۵۶۲)۔

[۵] أسد الغابہ: حرف العین، رقم (۳۸۹۴)، (۴/۱۴۷)۔

الاسلام صحابی ہیں۔[۱]

(۴۳) عمرو بن سعیدؓ:

عمرو بن سعید بن عاص، ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت مغیرہ بن عبداللہ ہے، یہ اپنے بھائی خالد بن سعید کے اسلام قبول کرنے کے کچھ عرصہ بعد مسلمان ہوئے اور خالد بن سعید کی ہجرت کے دوسال بعد اپنی بیوی فاطمہ بنت صفوان بن امیہؓ کے ہمراہ حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں شریک ہوئے، دس سال تک وہیں رہے اور ۷ھ کو خیبر کے موقع پر کشتیوں میں سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، فتحِ مکہ، غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں شریک ہوئے، خلافتِ صدیقی میں ۱۳ھ/ ۶۳۴ء کو واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے۔[۲]

(۴۴) عمرو بن ابی سرحؓ:

عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ قریشی فہری، ۳۰ھ/ ۶۵۰ء کو مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔[۳]

(۴۵) عمرو بن عثمانؓ:

عمرو بن عثمان بن سعد قریشی تیمی، ان کی والدہ کا نام ہند بنت بیاع ہے، ۱۵ھ/ ۶۳۶ء کو حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔[۴]

(۴۶) عمیر بن رئابؓ:

عمیر بن رئاب بن حذیفہ قریشی سہمی، قدیم الاسلام صحابی ہیں، حضرت ابوبکرؓ کے دورِ

---

[۱] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۹۳۰)، ص (۵۶۶)۔

[۲] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۹۴۳)، ص (۸۶۸)۔

[۳] الاستیعاب: حرف العین، من اسمہ عمرو، رقم (۹۰۹)، ص (۵۶۱)۔

[۴] الاستیعاب: حرف العین، من اسمہ عمرو، رقم (۹۶۲)، ص (۵۷۶)۔

خلافت میں ۱۲ھ/ ۶۳۳ء کوعین التمر کے مقام پر شہید ہوئے۔[۱]

(۴۷) عیاض بن زہیرؓ:

عیاض بن زہیر بن ابی شداد قریشی فہری، ان کی والدہ کا نام سلمی بنت عامر ہے، تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی، حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ۳۰ھ/ ۶۵۰ء کوان کا انتقال ہوا۔[۲]

(۴۸) فراس بن نضرؓ:

فراس بن نضر بن حارث، ان کی والدہ زینب بنت نباش بن زرارہ ہیں، قدیم الاسلام اور دوسری ہجرت کے مہاجرین میں ان کا شمار ہے، ان کی اولاد نہیں تھی، جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔[۳]

(۴۹) قدامہ بن مظعونؓ:

قدامہ بن مظعون بن وہب قریشی جمحی، ان کی والدہ کا نام غزیہ بنت حویرث ہے، تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے، ۳۶ھ/ ۶۵۶ء کوانتقال ہوا۔[۴]

(۵۰) ابوقیس بن حارثؓ:

ابوقیس بن حارث بن قیس قریشی سہمی، یہ سعد بن سہم کی اولاد میں سے ہیں نہ کہ سعید بن سہم کی اولاد میں سے، ابن اسحاق نے ان کا نام عبداللہ ذکر کیا ہے اور ابن اسحاق سے یہ بھی مروی ہے کہ عبداللہ ان کے بھائی کا نام تھا، یہ حبشہ سے واپس آ گئے تھے اور غزوہ احد اور اس

---

[۱] أسد الغابہ: حرف العین، رقم (۴۰۷۲)، (۴/ ۲۰۷)۔

[۲] الاستیعاب: حرف العین، من اسمہ عیاض، رقم (۱۰۳۱)، ص (۵۸۹)۔

[۳] الاستیعاب: باب الافراد فی الفاء، رقم (۱۱۰۸)، ص (۶۰۵)۔

[۴] الاستیعاب: باب من اسمہ قدامہ، رقم (۱۱۲۵)، ص (۶۰۹)۔

کے بعد کے تمام غزوات میں شریک کار رہے، ان کا باپ اسلام کا مخالف اور ہنسی اڑانے والوں میں سے تھا جس کے بارے میں قرآن کریم کی آیت: «الذین جعلوا القرآن عضین» نازل ہوئی، ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے، جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ [۱]

(۵۱) قیس بن حذافہؓ:

قیس بن حذافہ بن قیس قریشی سہمی، ان کی والدہ کا نام تمیمہ بنت حرثان ہے۔ قدیم الاسلام اور حبشہ کی ہجرت ثانیہ کے مہاجرین میں سے ہیں۔ [۲]

(۵۲) قیس بن عبداللہؓ:

قدیم الاسلام صحابی ہیں، اپنی بیوی برکہ بنت یسار ازدیؓ اور عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں شرکت کی۔ [۳]

(۵۳) مالک بن زمعہؓ:

مالک بن زمعہ بن عبد شمس عامری، امّ المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ کے بھائی ہیں، قدیم الاسلام صحابی ہیں، اپنی اہلیہ عمیرہ بنت سعدی بن وقدان کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے، وہیں مقیم رہے اور خیبر کے موقع پر حضرت جعفر طیارؓ کے ساتھ لوٹے، ابن اسحاق اور عقبہ وغیرہ نے انہیں مالک بن ربیعہ قرار دیا ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ مالک بن زمعہ دوسرے صحابی ہیں۔ [۴]

---

[۱] سورہ حجر (آیت:۹۱)۔

[۲] الاستیعاب: من اسمہ قیس، رقم (۱۱۵۰)، ص (۶۰۳)۔

[۳] الاستیعاب: من اسمہ قیس، رقم (۱۱۶۵)، ص (۶۱۸)۔

[۴] الاستیعاب: باب مالک، رقم (۱۲۸۸)، ص (۶۴۵)۔

(۵۴) محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ:

محمد بن حاطب بن حارث بن معمر قریشی جمحی، یہ پہلے صحابی ہیں جن کا نام اسلام میں محمد رکھا گیا، ان کی کنیت ابوالقاسم ہے، ان کی کنیت کے سلسلے میں ابو ابراہیم اور ابو وہب کا قول بھی ہے، ان کی والدہ کا نام امّ جمیل فاطمہ بنت مجلّل عامریہ رضی اللہ عنہا ہے، حبشہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ان کی ولادت ہوئی، ان کے والد حاطب بن حارث رضی اللہ عنہ کا حبشہ میں انتقال ہوا، ان کی والدہ ان کو ساتھ لے کر دیگر مہاجرینِ حبشہ کے ہمراہ کشتیوں میں سوار ہو کر مدینہ منورہ جانے کے لیے نکلیں، راستے میں ہانڈی گرنے سے محمد بن حاطب کا ہاتھ جل گیا، مدینہ منورہ پہنچ کر ان کی والدہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی، یہ عبداللہ بن جعفر کے رضاعی بھائی تھے، کیونکہ ان کو عبداللہ کی والدہ اسماء بنت عمیس نے دودھ پلایا اور عبداللہ کو ان کی والدہ نے دودھ پلایا، عراق پر بشر کی ولایت میں ان کا انتقال ہوا، ایک قول یہ ہے کہ عبدالملک بن مروان کے دور میں مکہ مکرمہ میں ۷۴ھ/ ۶۹۳ء کو وفات پائی اور ایک قول ۸۶ھ/ ۷۰۵ء کا بھی ہے۔ [1]

(۵۵) محمیہ بن جزء رضی اللہ عنہ:

محمیہ بن جزء بن عبد یغوث بن زبیدی، بنو سہم بن عمر کے حلیف تھے، ان کی واپسی حبشہ سے دیر میں ہوئی اور سب سے پہلے جنگ مریسیع میں شریک ہوئے، رسول اللہ ﷺ سے جب عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس نے اپنے لیے اخماس پر عامل مقرر کرنے کی درخواست کی تو رسول اللہ ﷺ نے محمیہ بن جزء رضی اللہ عنہ کو بلا کر اخماس پر عامل مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ اپنی بیٹی کا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے نکاح کر کے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم کے کچھ لوگوں کی طرف سے ان کی بیویوں کے مہروں کی ادائیگی میں صدقات خرچ کریں، ابن کلبی کے بقول یہ

---

[1] الاستیعاب: باب من اسمہ محمد، رقم (۲۳۴۳)، ص (۶۵۴)۔

غزوہ بدر میں شریک ہوئے، جب کہ واقدی کے بقول سب سے پہلا غزوہ جس میں انہوں نے شرکت کی غزوہ مریسیع ہے۔[۱]

(۵۶) معتب بن عوفؓ:

معتب بن عوف بن عمر سلولی یا خزاعی، ان کی کنیت ابو عوف ہے، یہ بنو مخزوم کے حلیف تھے، ابن حمراء سے مشہور تھے، مدینہ منورہ میں ان کی مواخات ثعلبہ بن حاطب انصاریؓ صحابی سے ہوئی، غزوہ بدر میں شرکت کی، ایک قول کے مطابق ان کی وفات ۵۷ھ/۶۷۶ء کو ہوئی، لیکن علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات محلِ نظر ہے، وفات کے وقت ان کی عمر اٹھتر (۷۸) برس تھی۔[۲]

(۵۷) معمر بن عبداللہؓ:

معمر بن عبداللہ بن نافع قریشی عدوی، ان کو معمر بن ابو معمر بھی کہا جاتا ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، حبشہ سے مدینہ منورہ لمبے عرصے بعد آئے، چونکہ انہوں نے لمبی عمر پائی اس لیے اہلِ مدینہ میں شمار کیے جاتے ہیں، ابنِ سعدؒ کے بقول دونوں ہجرتوں میں شرکت کی اور پھر مکہ مکرمہ آکر مقیم ہوئے، اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔[۳]

(۵۸) مقداد بن اسودؓ:

یہ مقداد بن عمرو بن ثعلبہ ہیں، زمانہ جاہلیت میں اسود بن عبد یغوث کے حلیف تھے، اس لیے ان کو مقداد بن اسود کہا جاتا تھا، لیکن جب آیت:

---

[۱] الاستیعاب: باب الافراد فی المیم، رقم (۱۵۳۶)، ص (۶۹۸)۔

[۲] الاستیعاب: حرف المیم، باب من اسمہ معتب، رقم (۱۴۷۴)، ص (۶۸۵)۔

[۳] الاستیعاب: حرف المیم، باب من اسمہ معمر، رقم (۱۴۸۵)، ص (۶۸۷)۔

«ادعوهم لآبائهم».[1]

''مومنو! لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو''۔

نازل ہوئی تو ان کو مقداد بن اسود کہا جانے لگا، حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے، وہاں سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور مدینہ منورہ ہجرت کی، مدینہ منورہ میں کلثوم بن ہدم کے پاس ٹھہرے، جبار بن صخر کے ساتھ ان کی مواخات قائم ہوئی، بدری صحابی ہیں، بدر میں صرف ان کے پاس سبحہ نامی گھوڑا تھا، اس طرح ان کو سب سے پہلے اللہ تعالی کے راستے میں گھوڑا دوڑانے کا شرف حاصل ہوا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ ہم وہ نہیں جو بنی اسرائیل کی طرح یہ کہہ دیں:

«فاذهب أنت وربك فقاتلا إنا هٰهنا قاعدون».

بلکہ ہم آپ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے غرض چاروں طرف سے لڑیں گے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے، بدر کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں شریک رہے، ضباعۃ بنت زبیر بن عبدالمطلب سے رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح فرمایا، انہوں نے دُہن خروع پیا جس کی وجہ سے ۳۳ھ/ ۶۵۳ء کو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام جرف میں انتقال فرمایا، اس وقت ان کی عمر تقریبا ستر (۷۰) برس تھی۔[2]

(۵۹) نعمان بن عدیؓ:

نعمان بن عدی بن نضلہ یا نضیلہ قریشی عدوی، انہوں نے اپنے والد کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی، ان کے والد عدی کا انتقال حبشہ میں ہوا، یہ ان کے وارث بنے، اس طرح یہ اسلام میں پہلے وارث اور ان کے والد پہلے مورث بنے، عبداللہ بن عمرؓ نے نعیم بن عبداللہؓ کو ان کی بیٹی کے سلسلے میں پیغام نکاح دیا، لیکن انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح نعمان بن عدیؓ سے کر دیا، یہ

---

[1] سورہ أحزاب (آیت:۵)۔

[2] الاستیعاب: باب الافراد فی المیم، رقم (۱۵۶۷)، ص (۷۰۶)۔

بڑے فصیح اللسان تھے، چنانچہ اہل لغت ان کے قول ندمان سے ندیم کے معنی میں استشہاد کرتے ہیں، حضرت عمرؓ نے ان کو میسان علاقے کا والی مقرر کیا، بعد میں حضرت عمرؓ نے ان کو اس عہدے سے معزول کیا تو یہ بصرہ چلے گئے، وہاں جہاد کرتے رہے اور بصرہ ہی میں ان انتقال ہوا۔ [۱]

(۶۰) ہبار بن سفیانؓ:

ہبار بن سفیان بن عبد الاسد قریشی مخزومی، ابوسلمہ بن عبد الاسد کے بھتیجے ہیں، حبشہ ہجرت کی، جنگ موتہ میں شہادت پائی، واقدی نے ذکر کیا ہے کہ یوم اجنادین میں شہید ہوئے اور اس کو علامہ ابن عبد البرؒ نے استیعاب میں ترجیح دی ہے، کیونکہ موسیٰ بن عقبہ نے ان کو جنگ موتہ میں شہید ہونے والوں میں ذکر نہیں کیا، ایک قول یرموک میں شہید ہونے کا بھی ہے۔ [۲]

(۶۱) ہشام بن عاصؓ:

ہشام بن عاص بن وائل قریشی سہمی، ان کی کنیت ابو العاص تھی، رسول اللہ ﷺ نے ابو مطیع رکھی، ان کی والدہ امّ حرملہ بنت ہشام بن مغیرہ ہیں، قدیم الاسلام صحابی اور عمرو بن عاصؓ کے چھوٹے بھائی ہیں، ہجرتِ مدینہ کے موقع پر جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کی خبر پہنچی تو یہ مکہ مکرمہ آ گئے، یہاں ان کے والد اور ان کی قوم نے روکے رکھا، غزوہ خندق کے موقع پر مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے، حضرت عمرو بن عاصؓ سے پوچھا گیا کہ آپ افضل ہیں یا آپ کے بھائی ہشام؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ان کی ماں میری ماں سے افضل تھیں اور یہ ہمارے والد کو زیادہ محبوب تھے، حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں

---

[۱] الاستیعاب: من اسمہ نعمان، رقم (۱۶۲۶)، ص (۷۱۷)۔

[۲] الاستیعاب: من اسمہ ہبار، رقم (۱۶۷۸)، ص (۷۳۴)۔

۱۳ھ کو واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے، ایک قول کے مطابق یرموک میں شہید ہوئے، ان کی شہادت کا واقعہ یوں ہے کہ رومی جب شکست سے دوچار ہوئے اور مسلمان ان کا پیچھا کر رہے تھے تو ایک انتہائی تنگ راستہ آگیا جس کو ایک ایک کر کے پار کیا جا سکتا تھا، رومی اس راستے کو پار کر چکے تھے، جب مسلمان گزرنے لگے تو انہوں نے حملے شروع کر دیئے، اس وقت ہشام بن عاص آگے بڑھے اور دلیری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے، اب مسلمانوں کے راستے میں ان کی لاش پڑی ہوئی تھی، ان کو روندے بغیر مسلمان آگے نہیں بڑھ سکتے تھے، دریں اثناء ان کے بھائی حضرت عمرو بن عاص نے مسلمانوں سے کہا کہ یہ تو ہشام کا جثہ ہے، ان کی روح اللہ تعالی نے اٹھا لی ہے، لہٰذا بے دھڑک آگے بڑھتے جاؤ، چنانچہ ان کو روندتے ہوئے مسلمانوں کا لشکر گزرا جس سے ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، واپسی پر حضرت عمرؓ نے ان کے ٹکڑوں کو اکٹھا کر کے دفن کر دیا۔[1]

(٦٢) یزید بن زمعہؓ:

یزید بن زمعہ بن اسود، والدہ قریبۃ الکبری بنت ابوامیہ بن مغیرہ ہیں، یہ بھی قدیم الاسلام صحابی ہیں، واقعہ طائف میں ان کا گھوڑا ان کو قلعہ کی طرف لے گیا، انہوں نے طائف والوں سے بات چیت کے لیے پناہ مانگی، انہوں نے پناہ دے دی، لیکن پھر تیر مار کر شہید کر دیا۔[2]

[1] الاستیعاب: من اسمہ ہشام، رقم (١٦٩٠)، ص (٧٣٦)۔

[2] الاستیعاب: من اسمہ یزید، رقم (١٧٧٨)، ص (٧٥٥)۔

مہاجراتِ حبشہ (صحابیات)

(۱) امینہ یا ہمینہ رضی اللہ عنہا:

امینہ یا ہمینہ بنت خالد، ایک قول کے مطابق آپ کا نام امیمہ بھی ہے، لیکن ہمینہ بنت خلف اصح ہے، عبداللہ بن خلف کی بہن ہیں، اپنے خاوند خالد بن سعید کے ہمراہ حبشہ کی ہجرت کی، وہاں ان کا ایک بیٹا سعید اور ایک بیٹی امہ پیدا ہوئی۔ [1]

(۲) برکہ بنت یسار رضی اللہ عنہا:

یہ ابوسفیان بن حرب کی باندی تھیں، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر قیس بن عبداللہ اسدی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئیں۔ [2]

(۳) حرملہ یا حریملہ بنت عبدالاسود رضی اللہ عنہا:

طبری نے ذکر کیا ہے کہ آپ کا سرزمینِ حبشہ میں انتقال ہوا۔ [3]

(۴) حسنہ امّ شرحبیل رضی اللہ عنہا:

قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے بیٹے شرحبیل کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی، بعض کے بقول اپنے والد یا شوہر کے ہمراہ ہجرت کی۔ [4]

---

[1] أسد الغابۃ: کتاب النساء، باب الہاء، رقم (۷۳۴)، (۳۴۵/۶)۔

[2] أسد الغابۃ: کتاب النساء، رقم (۶۷۷۲)، (۱۷۱/۶)۔

[3] الاستیعاب: کتاب النساء وکناھن، باب الحاء، رقم (۴۶۱)، ص (۸۷۰)۔

[4] الاستیعاب: باب الحاء، رقم (۴۶۴)، ص (۸۷۱)۔

(۵) خزیمہ بنت جہم بن قیس عبدریہؓ:

موصوفہ نے اپنے والدین کے ہمراہ ہجرت کی۔ [۱]

(۶) ریطہ بنت حارث بن حبیلہؓ:

ان کی والدہ کا نام زینب بنت عبداللہ ہے، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئیں، حبشہ سے واپس آتے ہوئے راستے میں وفات پائی۔ [۲]

(۷) سودہ بنت زمعہ بن قیسؓ:

ان کی والدہ کا نام شموش بنت قیس ہے، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر سکران بن عمرو کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی، حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس لوٹیں، یہاں ان کے شوہر کا انتقال ہوا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا، شوال ۵۴ھ کو مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا۔ [۳]

(۸) عمیرہ یا عمرہ بنت السعدیؓ:

عمرة بنت السعدی بن وقدان بن عبدشمس، ان کے شوہر کا نام مالک بن زمعہ ہے، حبشہ کی ہجرت میں شریک ہوئیں۔ [۴]

(۹) فاطمہ بنت صفوانؓ:

فاطمہ بنت صفوان بن امیہ کنانیہ، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر عمرو بن سعید کے

---

[۱] الاستیعاب: باب الخاء، رقم (۳۸۱)، ص (۸۷۸)۔

[۲] الاستیعاب: باب الراء، رقم (۵۱۹)، ص (۸۸۸)۔

[۳] الاستیعاب: باب السین، رقم (۵۶۱)، ص (۸۹۷)۔

[۴] اسد الغابہ: کتاب النساء، حرف العین، رقم (۷۱۲۹)، (۲۸۷/۶)۔

ساتھ حبشہ ہجرت کی۔ [۱]

(۱۰) فاطمہ بنت علقمہ بن عبداللہؓ:

ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت اسعد ہے، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر سلیط بن عمرو کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئیں۔ [۲]

(۱۱) امّ حرملہ بنت عبدالاسود بن جذیمہؓ:

قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئیں۔ [۳]

---

[۱] اُسد الغابہ: کتاب النساء، حرف الفاء، رقم (۷۱۸۷)، (۶/۳۰۵)۔

[۲] الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، رقم: (۱۱۶۰۵)، (۴/۴۴)۔

[۳] الاستیعاب: باب من لاتعرف النساء الابکنیتہا، باب الحاء، رقم (۷۰۳)، ص (۹۲۷)۔

وہ صحابہؓ جن کی ہجرتِ حبشہ میں اختلاف ہے

(۱) ابان بن سعیدؓ:

ابان بن سعید بن عاص قریشی اموی، یہ اپنے دو بھائیوں خالد بن سعید اور عمرو بن سعید کے بعد اسلام لائے، ان کے حبشہ ہجرت کرنے میں اختلاف ہے، صرف ابن اسحاقؒ نے ان کو اور ان کی بیوی فاطمہ بنت صفوان کنانیہ کو مہاجرین حبشہ میں شمار کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمان بن عفانؓ کو مشرکین کے پاس پیغام دے کر بھیجا کہ مکہ مکرمہ ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے، بلکہ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں تو حضرت عثمان بن عفانؓ کو راستے میں ابان بن سعید ملے، ابان بن سعید نے ان کو پناہ دی اور اپنے گھوڑے پر سوار کر کے ان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور مشرکین کے سامنے حضرت عثمان سے کہا کہ آپ نہ ڈریئے، بنو سعید حرم کے معزز لوگ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو بعض فوجی دستوں میں امیر بنا کر بھیجا، اس کے علاوہ علاء بن حضرمیؓ کو معزول کر کے ان کو بحرین کا عامل مقرر کیا اور رسول اللہ ﷺ کی وفات تک اس عہدے پر رہے، ان کے والد سعید بن عاص ابو احیحہ کے آٹھ بیٹے تھے جن میں سے تین (۳) احیحہ، عاص اور عبیدہ حالت کفر میں مرے، احیحہ یوم الفجار میں جب کہ عاص اور عبیدہ غزوہ بدر میں حضرت علیؓ اور زبیر بن عوامؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے، ان کے علاوہ پانچ (۵) بھائی عمرو، خالد، ابان، سعید اور حکم مسلمان ہوئے، یہ غزوہ بدر میں مشرکین کے لشکر کے ساتھ حالت شرک میں شریک ہوئے، پھر ایام خیبر میں اپنے دو بھائیوں خالد اور عمرو کی ترغیب سے مسلمان ہوئے، ان کی وفات میں شدید اختلاف ہے،

۱۳، ۱۴، ۱۵ھ وغیرہ کے مختلف اقوال منقول ہیں۔ [۱]

(۲) تمیم بن حارثؓ:

تمیم بن حارث بن قیس بن عدی، حبشہ کے مہاجرین میں سے ہیں، ان کے دو بھائی سعید بن حارث اور ابوقیس بن حارث بھی مہاجرینِ حبشہ میں سے ہیں، ان کا والد اسلام کا مذاق اڑانے والوں میں سے تھا، جسے ''ابن الغیطلہ'' کہا جاتا تھا، ابنِ اسحاق نے آپ کو مہاجرینِ حبشہ میں ذکر نہیں کیا ہے، یومِ اجنادین میں شہادت پائی۔ [۲]

(۳) حارث بن حارث بن قیسؓ:

حارث بن حارث بن قیس قریشی سہمی، انہوں نے اپنے دو بھائیوں معمر بن حارثؓ اور بشر بن حارثؓ کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی، البتہ بعض ان کی ہجرت حبشہ کا انکار کرتے ہیں، انہوں نے معرکہ اجنادین (۱۳ھ/ ۶۳۴ء) کے موقع پر شہادت پائی۔ [۳]

(۴) حارث بن حاطبؓ:

حارث بن حاطب بن معمر قریشی جمحی، ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت مجللؓ ہے، ان کی پیدائش حبشہ میں ہوئی، البتہ ابن اسحاق کے قول کے مطابق یہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حبشہ ہجرت کی، حضرت زبیر بن عوامؓ نے ۶۶ھ/ ۶۸۶ء میں مکہ مکرمہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ [۴]

(۵) خالد بن حزامؓ:

خالد بن حزام بن خویلد، ان کی والدہ کا نام امّ حکیم فاختہ بنت زہیر ہے، قدیم الاسلام

---

[۱] الاستیعاب: باب أبان، رقم (۴)، ص (۷۰)۔

[۲] الاستیعاب: باب تمیم، رقم (۲۳۳)، ص (۱۲۶)۔

[۳] أسد الغابہ: حرف الحاء، رقم (۸۶۳)، (۱/ ۳۶۳)۔

[۴] الاستیعاب: حرف الحاء، رقم (۴۰۶)، ص (۱۶۶)۔

صحابی ہیں، راستے میں کسی جانور نے ڈس لیا اسی سے انتقال ہو گیا، ان کے بارے میں سورنساء کی یہ آیت:

﴿ومن يخرج من بيته مهاجرا إلى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع أجره على الله﴾. [۱]

''اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکل جائے پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب خدا کے ذمے ہو چکا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے''۔

نازل ہوئی، اس لیے بہت سے حضرات نے ان کو مہاجرینِ حبشہ میں شمار نہیں کیا۔ [۲]

(۶) خطاب بن حارث بن معمر رضی اللہ عنہ:

خطاب بن حارث بن معمر بن حبیب قرشی جمحی، حاطب بن حارث رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، اپنی بیوی فکیہہ بنت یسار کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں حبشہ میں انتقال ہوا، ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار ان دو کشتیوں میں واپس آئیں جن کا انتظام نجاشی نے کیا تھا۔ [۳]

(۷) ابوالروم بن عمیر بن ہاشم رضی اللہ عنہ:

یہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے باپ شریک بھائی ہیں، ان کی والدہ رومیہ تھیں، قدیم الاسلام صحابی ہیں، غزوہ احد میں شرکت کی اور اسی غزوہ میں وفات پائی، عبدالرحمن بن ابو الزناد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ابوالروم مہاجرینِ حبشہ میں سے نہیں تھے، اگر یہ ان میں سے ہوتے تو غزوہ بدر میں ان لوگوں کے ساتھ شریک ہوتے جو غزوہ بدر سے پہلے حبشہ سے واپس آ گئے تھے۔ [۴]

---

[۱] سورہ نساء (آیت:۱۰)۔

[۲] الاستیعاب: حرف الخاء، رقم (۶۱۶)، ص (۲۲۷)۔

[۳] أسد الغابہ: حرف الخاء، رقم (۱۴۶۰)، (۲/۱۲۷)۔

[۴] الاستیعاب: کتاب الکنیٰ، باب الراء، رقم (۱۳۲)، ص (۷۹۹)۔

(۸)طلیب بن ازہرؓ:

طلیب بن ازہر بن عبدعوف، یہ بکیرہ بنت عبد یزید کے بیٹے اور مطلب بن ازہر کے بھائی ہیں، قدیم الاسلام صحابی ہیں، محمد بن اسحاق اور محمد بن عمر کی روایت کے مطابق انہوں نے حبشہ ہجرت کی، جب کہ بعض نے ان کو مہاجرین حبشہ میں ذکر نہیں کیا، انہوں نے اپنی بھابھی رملہ بنت ابی عوفؓ سے شادی کی جس سے ان کا ایک بیٹا محمد پیدا ہوا۔[۱]

(۹) عبداللہ بن قیسؓ:

عبداللہ بن قیس بن سلیم اشعری، یہ اپنی کنیت اور نسبت ابوموسی اشعری سے مشہور ہیں، ان کی والدہ کا نام ظبیہ بنت وہب ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ مکرمہ سے واپس آبائی علاقے چلے گئے، پھر پچاس (۵۰) آدمیوں کے ہمراہ سمندری سفر کے ذریعے مکہ مکرمہ آرہے تھے کہ ناموافق ہوا کی وجہ سے حبشہ پہنچ گئے، پھر جب رسول اللہ ﷺ خیبر میں تھے یہ اس وقت مدینہ منورہ پہنچے، یہ بہت خوش آواز تھے، ۵۲ھ/ ۶۷۲ء کو کوفہ میں انتقال ہوا، ان کی سن وفات کے بارے میں ۴۲، ۴۴، ۴۹، اور ۵۰ھ کے مختلف اقوال منقول ہیں۔[۲]

(۱۰) ابوعبیدہ بن جراحؓ:

ابن اسحاق اور واقدی کے قول کے مطابق یہ ہجرت حبشہ ثانیہ میں شریک تھے، جب کہ ابن عقبہ اور دیگر حضرات نے ان کی ہجرت کا تذکرہ نہیں کیا، جیسا کہ تفصیلی تذکرہ سابقین اولین کے تحت گذر چکا ہے۔

---

[۱] الاستیعاب: من اسمہ طلیب، رقم (۱۲۸۸)، ص(۳۸۸)۔

[۲] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۶۵۹)، ص(۴۸۰)۔

(۱۱) عثمان بن ربیعہؓ:

عثمان بن ربیعہ بن اہبان قریشی جمحی، یہ بھی حبشہ کی دوسری ہجرت کے شرکاء میں سے ہیں۔ [۱]

(۱۲) معیقیب بن ابی فاطمہؓ:

معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی ازدی، قدیم الاسلام صحابی ہیں، حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ مکرمہ چھوڑ کر حبشہ چلے گئے، اور بعض لوگوں کے بقول اپنی قوم کے علاقے یمن چلے گئے، پھر خیبر کے موقع پر ابو موسی اشعریؓ کے ہمراہ واپسی ہوئی، یہ حضرت عمرؓ کے خواص میں سے تھے، انہیں کوڑھ کی بیماری تھی جو مسلسل تیزی سے بڑھ رہی تھی، حضرت عمرؓ نے دو یمنی آدمیوں سے علاج کرایا جس سے وہ بیماری ختم تو نہیں ہوئی، البتہ رک گئی، حضرت عثمان بن عفانؓ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے۔ [۲]

(۱۳) نبیہ بن عثمانؓ:

نبیہ بن عثمان بن ربیعہ، قدیم الاسلام صحابی ہیں، حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک تھے، یہ واقدی کا قول ہے، ابنِ اسحاقؒ کے بقول ان کے والدؓ مہاجرینِ حبشہ میں تھے نہ کہ یہ خود، جب کہ موسی بن عقبہ اور ابو معشر نے دونوں باپ بیٹے میں سے کسی کو بھی مہاجرینِ حبشہ میں شمار نہیں کیا، علامہ بلاذریؒ نے ذکر کیا ہے کہ نبیہ بن عثمان جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے۔ [۳]

---

[۱] الاستیعاب: حرف العین، رقم (۱۷۸۳)، ص (۵۰۳)۔

[۲] الاستیعاب: باب الافراد فی المیم، رقم (۱۵۶۵)، ص (۷۰۵)۔

[۳] الاستیعاب: حرف النون، رقم (۱۶۰۷)، ص (۷۱۳)۔

(۱۴) ہشام بن ابی حذیفہؓ:

ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ قریشی مخزومی، ابنِ اسحاق اور واقدی کے قول کے مطابق انہوں نے حبشہ ہجرت کی، مگر واقدی نے ان کا نام ہاشم ذکر کیا ہے جو کہ وہم ہے، جب کہ موسی بن عقبہ اور ابو معشر نے ان کو مہاجرین حبشہ میں ذکر نہیں کیا۔[1]

(۱۵) یسار ابو فکیہہؓ:

ان کا نام افلح بھی آیا ہے، یہ صفوان بن امیہ کے غلام ہیں، ایک قول کے مطابق بنو عبد الدار کے غلام تھے، جب کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ قبیلہ ازد سے تھے، یہ اپنی کنیت ابو فکیہہ سے مشہور ہیں، قدیم الاسلام صحابی ہیں، ابنِ اسحاقؒ نے ان کو مغازی میں مہاجرینِ حبشہ میں شمار کیا ہے، امیہ بن خلف ان کو رسی سے باندھ کر گھسیٹتا، رمضاء میں لا کر ان کا گلا دباتا، امیہ بن خلف کا بھائی آتا اور کہتا کہ اور سخت سزا دو، اس طرح وہ سزا دیتا رہتا، یہاں تک کہ وہ یہ سمجھ کر چھوڑ دیتا کہ مر گیا ہے، حضرت ابو بکرؓ کا ان پر گزر ہوا تو انہیں خرید کر آزاد کر دیا،[2] ابن اسحاقؒ نے ان کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

«ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ما عليك من حسابهم من شيء وما من حسابك عليهم من شيء فتطردهم فتكون من الظالمين».[3]

''اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالو، ان کے حساب (اعمال) کی جواب دہی تم پر کچھ نہیں اور تمہارے حساب کی جواب دہی ان پر کچھ نہیں (پس ایسا نہ کرنا) اگر ان

---

[1] الاستیعاب: حرف الہاء، رقم (۱۶۸۶)، ص (۷۳۵)۔

[2] الاستیعاب: حرف الیاء، رقم (۱۸۰۹)، ص (۷۵۷)۔

[3] سورہ أنعام (آیت: ۵۲)۔

کو نکالو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے"۔

(۱۶) امّ کلثوم بنت سہیل بن عمروؓ:

ان کی والدہ کا نام فاختہ بنت عامر ہے، قدیم الاسلام صحابیہ ہیں، اپنے شوہر ابو سبرہ بن ابو رہمؓ کے ہمراہ حبشہ کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئیں۔[1]

مشرکین مکہ کی بے چینی و بے تابی:

کفارِ مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمان حبشہ جا کر امن و امان کی زندگی گزار رہے ہیں تو ان سے نہ رہا گیا اور انہوں نے تحفے تحائف دے کر اپنے دو سفیر عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو شاہ نجاشی کے پاس بھیجا، انہوں نے نجاشی سے کہا کہ ہمارے کچھ لوگوں نے اپنا دین چھوڑ کر ایسا دین اختیار کیا ہے جو نصرانیت اور بت پرستی دونوں کے مخالف ہے اور اب وہ آپ کے ملک میں پناہ لیے ہوئے ہیں، آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیں، نجاشی نے مسلمانوں کو بلایا، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے نجاشی کے سامنے تقریر کی، جس میں انہوں نے زمانہ جاہلیت کے مذموم افعال اور ظلم و ستم بیان کیے اور اسلام کی حقانیت، محاسن اور خوبیاں اس انداز سے پیش کیں کہ نجاشی اور اس کے درباری اسلام سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، تقریر سننے کے بعد نجاشی نے کہا کہ جو کلامِ الٰہی تمہارے پیغمبر پر اترا ہے وہ سناؤ، حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی ابتدائی چند آیتیں پڑھیں، جسے سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوئی اور روتے روتے اس کی داڑھی تر ہو گئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اس کے دل میں گھر کر گیا تھا، پھر قریش کے سفیروں سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ، میں ان مظلوموں کو ہرگز تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔

دوسرے دن قریش کے سفیر عمرو بن عاص نے نجاشی تک رسائی حاصل کر کے یہ کہا کہ آپ ان سے عیسیٰؑ کے بارے میں پوچھیں کہ یہ ان کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟ کیسے کانٹے کا سوال کیا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان سے برگشتہ ہو جائے، چنانچہ نجاشی نے ان سے یہی

---

[1] أسد الغابۃ: الکنیٰ من النساء، رقم (۷۵۸۴)، (۴۱۱/۶)۔

سوال کیا، حضرت جعفرؓ نے بڑی حکمت کے ساتھ جواب میں کہا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں ان کے متعلق یہ تعلیم دی ہے کہ عیسیٰؑ خدا کے بندے اور پیغمبر، روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، اس طرح قریش کے سفیر ناکام ہوکر مکہ مکرمہ واپس آئے۔ [1]

یہ دارِارقم میں حضور ﷺ کی صبح وشام (DAY AND NIGHT) تعلیم وتربیت کا اثر تھا، جس کی بدولت وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا اور بعد میں مسلمان ہوا۔ [2]

ایشیا سے افریقہ میں اسلام کی رسائی:

اس طرح ۵ نبوی/۶۱۶ عیسوی میں اسلام حضور ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کے ذریعے براعظم ایشیا سے افریقہ میں داخل ہوا، یعنی ایک براعظم ایشیا سے دوسرے براعظم افریقہ میں اسلام مدینہ سے پہلے پہنچ گیا تھا، یہ اس ظلم وستم کا نتیجہ تھا جو مکی دور میں صحابہ پر کیے گئے کہ کفار کے ظلم وستم کے نتیجے نے اسلام کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا، یہ اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

مکی زندگی میں خفیہ نظامِ تعلیم:

سطورِ بالا میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے جو بھی مسلمان ہوتا، اس کی تعلیم وتربیت دارِارقم میں کی جاتی تھی اور یہیں صبح وشام (DAY AND NAIGHT) تعلیم ہوتی تھی، جیسا کہ قرآن کی آیت مبارکہ ہے:

«وقالوا أساطير الأولين اكتتبها فهي تملى عليه بكرة وأصيلا».
''اور مشرکین کہتے ہیں کہ یہ تو پچھلے لوگوں کی لکھی ہوئی کہانیاں ہیں، جو اس شخص نے لکھوائی ہیں اور صبح وشام وہی اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں''۔

---

[1] سیرت ابن ہشام: (۱/۳۵۷-۳۶۰)، مطبعہ حجازی، قاہرہ۔

[2] سیرت ابن ہشام: (۱/۳۶۴)۔ الروض الأنف: (۱/۲۱۶)، مطبعۃ الجمالیہ، مصر۔

اس عرصے میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے سرگرم و دردمند افراد تیار کیے تھے، جو کھاتے پیتے گھرانوں میں جا کر قرآنی آیات مکتوبہ صورت میں پڑھاتے تھے۔

کفار کی سازش اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا:

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت جب پھیلنے لگی تو مشرکین پریشان ہو گئے کہ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے جدا ہو گیا، معاشرہ تباہ ہو گیا، خاندانی شیرازہ بکھرنے لگا، اس کی روک تھام اور خاتمے کے لئے جمع ہو کر مشورہ کیا گیا اور اس کام کا خاتمہ کرنے کے لیے پورے معاشرہ میں صرف ایک ہی سورما نکلے اور وہ حضرت عمرؓ (۲۳ھ/ ۶۴۳ء) تھے جنہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا، چنانچہ انہوں نے تلوار اٹھائی اور قتل کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے، راستے میں نُعیم بن عبد اللہ نحّامؓ ملے، پوچھا خیریت ہے! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے اپنے ارادے سے انہیں آگاہ کیا، اس پر نُعیم بن عبد اللہؓ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو! تمہاری بہن فاطمہ اور بہنوئی و چچازاد بھائی سعید بن زید (۵۱ھ/ ۶۷۱ء) اسلام لا چکے ہیں، حضرت عمرؓ یہ سن کر پلٹے اور سیدھا اپنی بہن کے گھر کی راہ لی، وہاں پڑھنے پڑھانے کی آوازیں آ رہی تھیں، حضرت عمرؓ نے یہ سن کر دستک دی، اس پر بہن نے اپنے معلّم خبّاب بن ارتؓ (۳۷ھ/ ۶۷۵ء) سے کہا کہ آپ چھپ جائیں اور خود جا کر کنڈی کھولی، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے تھے مجھے دکھاؤ، انہوں نے تامّل کیا (انہوں نے تامّل اس وجہ سے کیا کہ کہیں یہ اسے پھاڑ نہ دیں) اور حضرت عمرؓ نے مار دھاڑ شروع کی، پھر انہوں نے کہا: ہمیں دکھانے میں کوئی تامّل نہیں، لیکن ہماری ایک شرط ہے کہ پہلے تم ظاہری طہارت حاصل کرو، چنانچہ حضرت عمرؓ نے طہارت حاصل کی اور سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں پڑھیں، جس سے ان کی کایا پلٹ گئی اور کہا کہ مجھے بھی وہیں لے چلو، اتنے میں خبّاب بن ارتؓ نکل آئے اور کہا: اے عمر! تمہیں بشارت ہو، حضور ﷺ نے دو آدمیوں کے لئے دعا کی تھی، ایک ابو جہل کے لئے اور ایک تمہارے لئے، تمہارے حق میں دعا قبول ہو گئی، مبارک ہو تم مرادِ رسول کو پہنچے، پھر دارِ ارقم آئے اور دروازے پر دستک دی، اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ کون ہے؟

بتایا گیا کہ عمر ہیں، فرمایا: آنے دو، چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دامن پکڑا اور اپنی طرف کھینچا جس سے اسلام ان کے دل میں گھر کر گیا اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، یہ ۶۱۷ عیسوی کا واقعہ ہے۔ [1]

مذکورہ قصہ سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ قرآن کریم کی ڈے اینڈ نائٹ تعلیم دارِ ارقم کے ساتھ مخصوص نہیں تھی، بلکہ کھاتے پیتے گھرانوں میں بھی جاری تھی، یہ اس کا پہلا اثر تھا۔

۲۔ سامانِ کتابت اتنا عام ہو گیا تھا کہ حسبِ ضرورت کھاتے پیتے گھرانوں میں پہنچایا جاتا تھا۔

۳۔ اس واقعے میں معلّم حضرت خبّاب بن ارتؓ تھے، حالانکہ اِن کے مناقب میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ یہ معلم بھی تھے، اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیمی نظام کتنا خفیہ تھا، جس کی بنا پر مسلمانوں کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔

۴۔ طہارت وغیرہ کے احکام موجود تھے، اس لیے انہوں نے حضرت عمرؓ کو پہلے طہارت حاصل کرنے کے لئے کہا۔

۵۔ قرآن پڑھانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے معلمین تیار کئے تھے جو یہ خدمت سرانجام دیا کرتے تھے، ان میں سے ایک خباب بن ارتؓ کا نام نامی بھی سرفہرست ہے، ہر مسلمان کا گھر کتب خانہ کی یاد تازہ کرتا رہتا ہے، کیونکہ کتاب اللہ سے مسلمانوں کا کوئی گھر خالی نہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید نے ہر مسلمان کو کتب خانہ کا مکلف بنا دیا تھا، زبانی کتب خانہ تو ہر گھر میں موجود ہوتا تھا اور کھاتے پیتے گھرانوں میں مکتوبہ صورت میں بھی محفوظ ہوتا تھا۔

---

[1] سیرت ابن ہشام: (۱/۳۶۵، ۳۶۸)، مطبعۃ حجازی، قاہرہ۔

۶۔ قرآن جتنا اترا تھا، وہ مکتوبہ صورت میں محفوظ تھا اور صحابہؓ کے کھاتے پیتے گھرانوں میں اس کی تعلیم جاری تھی۔

۷۔ مسلم معاشرے میں نجی کتب خانوں کی داغ بیل ۶۱۷ء سے پہلے دارِ ارقم میں پڑ گئی تھی۔

۸۔ قرآن کی بدولت اس دور میں سامانِ کتابت بھی مہیّا کیا جاتا تھا۔

۹۔ عاریتِ کتب کا نظام بھی جاری ہو گیا تھا، کیونکہ جب حضرت عمرؓ کو پڑھنے کے لیے دیا تو دوسرے غریب مسلمانوں کو مانگنے پر بھی دیتے ہوں گے، اس کی تفصیلات اس لیے نہیں ملتیں کہ یہ تعلیمی نظام خفیہ تھا، مسلمانوں کے علاوہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں تھی۔

۱۰۔ اس واقعہ سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ اس دور میں نجی کتب خانہ عوامی کتب خانے کی خدمات سرانجام دیتا تھا، یہ دارِ ارقم کے کتب خانے کا فیض تھا۔

۱۱۔ جس گھر اور جس جگہ تعلیم کا رجحان قائم تھا، وہاں کتب خانہ بھی موجود تھا، کیونکہ کتاب اللہ اور تعلیمِ نبوی سے مسلمانوں کا کوئی گھر خالی نہیں تھا، اس لیے کہ صدور اور سطور میں قرآن محفوظ کیا جاتا، نوشتوں میں بھی محفوظ ہوتا اور دلوں میں بھی نقش کیا جاتا تھا۔

۱۲۔ ۶۱۷ء تک معاشرہ اتنا ترقی کر گیا تھا کہ گمنام معلم بھی تعلیم کی خدمات سرانجام دیتے تھے اور ان کی تربیت برابر جاری تھی۔

۱۳۔ یہیں ایسے افراد تیار کیے جاتے تھے کہ حضور ﷺ سے جب درخواست کی جائے تو وہ تعلیم کے فرائض بخوبی انجام دے سکیں، چنانچہ انصارِ مدینہ جب موسمِ حج میں بیعتِ عقبہ کے موقع پر آ کر مسلمان ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے قاری و معلّم طلب کیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو روانہ کیا اور بعد میں خط لکھ کر ہدایات دیں، جن میں سے ایک ہدایت یہ بھی تھی «أن يقرئهم القرآن ويفقههم» (تمہارا کام ان کو قرآن پڑھانا اور فقہی احکام بتانا اور فقیہ بنانا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی تعلیمات میں

سب سے اہم چیز فقہ ہے اور مدینہ تفقہ کا پہلا مدرسہ اور کالج ہے۔

یہی کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دارِارقم میں انجام دیا تھا، جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔

ان کے بعد حضرت عبداللہ ابن امّ مکتوم ؓ ۱۵ھ کو بھی مدینہ منوّرہ تعلیم کے لیے بھیجا تھا۔ [۱]

حضرت عمر ؓ کے اسلام لانے کے بعد تعلیم و تربیت کا سلسلہ علانیہ شروع ہو گیا اور مسلمان حرم میں جا کر نماز پڑھنے لگے، پھر نظامِ تعلیم و تربیت خفیہ نہ رہا۔ [۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دارِارقم کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ چالیس سے زیادہ افراد کی تربیت پوری نہ ہو گئی۔ [۳]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تربیت میں کم از کم کتنا عرصہ درکار ہوتا ہے۔

مصائب کا پہاڑ:

قریش نے جب یہ دیکھا کہ اسلام روز بروز پھیلتا جا رہا ہے، ان کے سفیر حبشہ سے ناکام واپس آئے، حضرت عمر ؓ اور حضرت حمزہ ؓ (۳ھ) جیسے زور آور لوگ ایمان لے آئے ہیں اور ابوطالب (۱۰ نبوی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی پشت پناہی سے باز نہیں آ رہے ہیں تو محرم ۷ نبوی/ ۶۱۹ عیسوی کو قریش کے تمام قبائل نے مل کر یہ معاہدہ مرتب کیا کہ خاندانِ بنو ہاشم سے کوئی میل جول نہیں رکھا جائے، نہ کوئی خرید و فروخت کرے اور نہ ہی ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دیا جائے، یہ معاہدہ مرتب کر کے کعبہ میں چسپاں کر دیا گیا، چنانچہ ابوطالب خاندانِ بنو ہاشم کو لے کر شعبِ ابی طالب میں چلے گئے، [۴] تین سال تک اسی حصار میں زندگی

---

[۱] أسد الغابۃ: (۳/ ۱۱۷، ۱۱۸)۔

[۲] أسد الغابۃ: (۴/ ۲۶۹)۔

[۳] سیرت ابن ہشام: (۱/ ۳۵۳)، مصطفی البابی الحلبی، مصر۔

[۴] سیرت ابن ہشام: (۱/ ۳۷۱)، مطبعہ حجازی، قاہرہ۔

بسر کی، یہ تین سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے بڑے سخت گزرے، چمڑے اور پتے تک کھانے کی نوبت آئی۔ [۱]

۱۰ نبوی/۶۲۱ عیسوی میں اس معاہدے کو جو کفارِ قریش نے لکھ کر کعبۃ اللہ میں لٹکایا تھا، دیمک چاٹ گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے واسطے سے قریش کو اس کی خبر دی، اس طرح یہ بائیکاٹ اور حصار ختم ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندانِ بنو ہاشم شعبِ ابی طالب سے نکل آئے۔ [۲]

اس کے بعد ۱۰ نبوی ہی میں ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ دونوں کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا، پہلے ابو طالب کا انتقال ہوا اور اس کے چند ہی روز بعد حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔ [۳]

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بظاہر کوئی آسرا نہیں رہا اور جو دنیاوی آسرے تھے وہ بھی بظاہر مکی زندگی میں ہی ختم ہو گئے۔

طائف کا سفر، ایک ابتلاء و آزمائش:

ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کے اٹھ جانے کے بعد قریش کو کس کا پاس تھا، اب ظلم وستم کا بازار اور گرم ہو گیا اور ذاتِ رسالت پر براہِ راست حملے ہونے لگے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راہ میں جا رہے تھے، ایک شقی نے آکر سرِ مبارک پر خاک ڈال دی، اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے دیکھا تو پانی لے کر آئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھوتی تھیں اور جوشِ محبت میں روتی جاتی

---

[۱] الروض الأنف: (۱/۲۳۲)۔

[۲] سیرت ابن ہشام: (۱/۳۹۹)، حجازی۔

[۳] الروض الأنف: (۱/۲۶۰)۔

تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تیرے باپ کو بچالے گا۔ [1]

قریش کی ایذاء رسانیوں کی بنا پر حضور ﷺ گھر سے بہت کم نکلتے تھے، ابولہب کو جب یہ بات پہنچی تو اس نے آکر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے محمد! جس کام کو تم کرنا چاہتے ہو، اسے کرتے رہو جیسا کہ ابوطالب کی حیات میں تم کیا کرتے تھے اور لوگوں کی پرواہ مت کرو، لات کی قسم جب تک میں زندہ ہوں تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا، چنانچہ ایک کافر نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا، جس پر ابولہب نے اس کو ڈانٹ ڈپٹ کی، وہ یہ کہتا ہوا بھاگا کہ ابوعتبہ بے دین ہو گیا ہے، قریش یہ سن کر ابولہب کے پاس آئے، اس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ عبدالمطلب کا دین نہیں چھوڑا، میں تو اپنے بھتیجے کی حفاظت اور دفاع کر رہا ہوں، قریش ابولہب کی اپنے بھتیجے کے ساتھ صلہ رحمی کی تعریف کر کے چلے گئے، اس سے قبائل عرب کی تہذیب کا علم ہوتا ہے کہ وہ اس حالت میں بھی صلہ رحمی کو اپنے معبودوں پر ترجیح دیتے تھے۔

چند دن بعد عقبہ بن ابی معیط (۲ھ/ ۶۲۴ء) اور ابوجہل (۲ھ/ ۶۲۴ء) دونوں نے ابولہب کے پاس آکر پوچھا کہ کیا تجھے تیرے بھتیجے نے تیرے باپ عبدالمطلب کے ٹھکانے کی خبر دی ہے؟ اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ وہ اپنی قوم کے فوت شدہ افراد کے ساتھ ہیں، اس پر دونوں نے ابولہب سے کہا کہ وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ عبدالمطلب جہنم میں ہے، ابولہب کے استفسار پر رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمائی، ابولہب نے یہ سن کر کہا:

«واللہ لا برحت لك إلا عدوا أبدا، وأنت تزعم أن عبد المطلب في النار»

”اللہ کی قسم میں ہمیشہ تیرا دشمن ہی رہوں گا، کیونکہ تو عبدالمطلب کے جہنمی ہونے کا دعوی

---

[1] سیرت ابن ہشام علی هامش الروض الأنف: (۱/ ۲۵۸)، مطبعہ الجمالیہ، مصر۔

کرتا ہے"۔

اس کے بعد ابولہب اور قریش کا رویہ انتہائی سخت ہوگیا،[1] یہاں تک کہ ابولہب، عقبہ بن ابی معیط اور چند دوسرے کافر رسول اللہ ﷺ کو گھر کے اندر داخل ہوکر تکلیف پہنچاتے تھے، حتیٰ کہ آپ کی صاحبزادیوں کو ابولہب نے طلاق دلوادی تھی۔

رسول اللہ ﷺ اہلِ مکہ سے نا امید ہوکر حضرت زید بن حارثہؓ (۸ھ) کے ہمراہ طائف والوں کو اسلام کی دعوت دینے نکلے، جہاں بڑے بڑے امراء اور سردار رہتے تھے، ان میں عمیر بن عوف بن عقدہ کا خاندان سب سے زیادہ اثر رسوخ رکھتا تھا، اس میں تین بھائی تھے، عبد یالیل بن عمرو بن عمیر، مسعود بن عمرو بن عمیر اور حبیب بن عمرو بن عمیر، حضور ﷺ ان تین بھائیوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔

ان میں سے ایک نے جواب میں کہا:

"اگر خدا نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے"۔

دوسرے نے کہا:

"خدا کو تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ملا، جسے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجتا"۔

تیسرے نے کہا:

"میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو تم سے کلام کرنا کسی بڑے خطرے سے خالی نہیں، اور اگر جھوٹے ہو تو پھر تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم سے بات کی جائے"۔

حضور ﷺ ان سے نا امید ہوکر اٹھ آئے، انہوں نے طائف کے اوباش لڑکوں کو حضور ﷺ کے پیچھے لگا دیا، جو حضور ﷺ کو پتھر مارنے لگے، جس سے حضور ﷺ زخمی ہو گئے، یہاں تک کہ حضور ﷺ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں، وہ بد بخت اسی طرح حضور ﷺ

---

[1] طبقات ابن سعد: (۲۱۱/۱)۔

کا مذاق اڑاتے رہے، گالیاں دیتے اور تالیاں بجاتے رہے، آخرکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ربیعہ (۲ھ) کے باغ میں پناہ لے کر جان چھڑائی، عتبہ باوجود کافر ہونے کے شریف الطبع انسان تھا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر انگور کا خوشہ اپنے غلام عدؔاس کے ہاتھ بھیج کر تواضع کی۔ [1]

کفار کا یہ طرزِ عمل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا فضل وکرم:

ہجرت سے تین سال پہلے طائف سے واپسی کے بعد ۱۱ نبوی ر ۶۲۲ عیسوی کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک اسی جسم اور روح کے ساتھ بیداری کی حالت میں رات کے ایک مخصوص حصہ میں سیر کرائی، جس کو اسراء اور معراج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کا تذکرہ سورہ اسراء کی ابتدائی آیات میں آیا ہے۔

معراج:

سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امّ ہانی کے مکان سے جبریلؑ نے آکر بیدار کیا، پہلے سینہ مبارک کو چاک کر کے قلبِ اطہر کو دھویا، ایمان وحکمت سے بھرا اور دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت لگائی، بعدازاں براق (بہشتی جانور جو خچر سے کچھ چھوٹا اور حمار سے بڑا تھا) پر سوار کیا، براق اس قدر تیز تھا کہ اس کا ایک قدم منتہائے بصر پر پڑتا تھا، راستے میں جبریل امین کے کہنے پر نماز پڑھی اور بہت سے عجائباتِ قدرت دیکھے، بیت المقدس پہنچ کر براق کو مسجد اقصیٰ کے باہر باندھا اور اندر جا کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی، پھر تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سفر فرمایا، پہلے آسمان میں

---

[1] سیرت ابن ہشام: (۲/۲۸، ۲۹)، مطبعہ حجازی۔

حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، تیسرے میں حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے میں حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں میں حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ لے جایا گیا، یہاں پر حضور ﷺ نے جبریلؑ کو اپنی اصل صورت میں دیکھا اور عجیب عجیب انوار وتجلیات کا مشاہدہ کیا، سدرۃ المنتہیٰ کے بعد جنت وجہنم کے مناظر دیکھے، پھر مقام صریف الاقلام لے جایا گیا جہاں فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکامات لوحِ محفوظ سے نقل کررہے تھے، مقامِ صریف الاقلام سے آگے ایک سبز مخملی مسند پر بیٹھ کر بارگاہِ الٰہی میں پہنچے، وہاں سجدہ نیاز بجالائے، اللہ تعالی کی ہم کلامی سے سرفراز ہوئے اور پچاس نمازوں کا حکم ہوا، واپسی میں حضرت موسی علیہ السلام پر گزر ہوا تو انہوں نے اس میں اللہ تعالی سے تخفیف کی درخواست کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی درخواست پر نمازوں میں کمی کی گئی، حضرت موسی علیہ السلام کے مشورے سے بار بار جاتے رہے اور کمی کی درخواست کرتے رہے، جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو حضرت موسی علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے بار بار درخواست کی، اب مزید درخواست کرنے سے شرم آتی ہے، اس طرح آسمانوں سے واپسی ہوئی، پہلے بیت المقدس اترے اور صبح ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچے، صبح کی نماز کے بعد قریش کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا، اس پر کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ پھیرا، کسی نے تالیاں بجائیں، جن لوگوں نے بیت المقدس دیکھا ہوا تھا، انہوں نے بطورِ امتحان اس کی علامتیں دریافت کرنا شروع کردیں، اللہ تعالی نے بیت المقدس نظروں کے سامنے کردیا اور حضور ﷺ جواب دیتے رہے، پھر انہوں نے راستے کا کوئی واقعہ پوچھا، رسول اللہ ﷺ نے اس تجارتی قافلے کا بتایا جو شام سے مکہ مکرمہ آرہا تھا اور ایک جگہ ان کا

اونٹ گم ہو گیا تھا جو بعد میں مل گیا تھا، تین دن بعد جب وہ قافلہ پہنچا تو اونٹ کی گمشدگی کی تصدیق کی، اس پر ولید بن مغیرہ (ا ھ) نے کہا کہ یہ جادو ہے، لوگوں نے بھی اس کی حمایت میں کہا کہ ولید سچ کہتا ہے۔

صدیقِ اکبرؓ کی تصدیق:

کچھ لوگ ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے دوست یہ کہتے ہیں کہ میں آج رات بیت المقدس گیا اور صبح سے پہلے واپس آ گیا، کیا تم اس کی بھی تصدیق کرو گے؟ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر حضور ﷺ نے ایسا فرمایا ہے تو بالکل سچ فرمایا ہے، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، بلکہ میں تو اس سے بڑھ کر ان کی بیان کردہ آسمانی خبروں کی صبح و شام تصدیق کرتا رہا ہوں، اسی بنا پر آپ کو صدیق کے لقب سے نوازا گیا۔

قبائلِ عرب کو دعوت اسلام:

رسول اللہ ﷺ کے سر پر اللہ کی طرف سے نبوت کا تاج چالیس سال کی عمر میں سجایا گیا، تین سال تک چھپ کر اسلام کی دعوت دیتے رہے، اس کے بعد علانیہ دعوت کا سلسلہ شروع فرمایا، اور ہر سال موسمِ حج میں حجاج کرام کے ٹھکانوں پر تشریف لے جاتے، ان کو اسلام کی دعوت دیتے، لیکن ان میں سے کوئی بھی اسلام نہ لایا، یہاں تک کہ آپ ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے، دعوت اسلام دیتے، ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کا یقین دلاتے، ابو لہب جو رسول اللہ ﷺ کا ازلی دشمن تھا، ان کے پیچھے یہ کہتا جاتا کہ اے لوگو! میرے بھتیجے کے کہنے میں نہ آؤ، لوگ اس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ آپ کا خاندان اور قبیلہ ہم سے زیادہ آپ کو جانتا ہے، انہوں نے آپ کی بات نہیں مانی تو ہم کیسے مان لیں، مؤرخین اور سیرت نگاروں نے ان قبائل کے نام ذکر کیے ہیں جن کے پاس رسول اللہ ﷺ

نے جا کر اسلام کی دعوت دی، [1] ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ بنو عامر بن صعصعہ۔	۲۔ بنو محارب بن خصفہ۔
۳۔ بنو فزارہ۔	۴۔ بنو غسّان۔
۵۔ بنو مُرہ۔	۶۔ بنو حنیفہ۔
۷۔ بنو سُلیم۔	۸۔ بنو عبس۔
۹۔ بنو نضر۔	۱۰۔ بنو البکاء۔
۱۱۔ بنو کندہ۔	۱۲۔ بنو کلب۔
۱۳۔ بنو حارث بن کعب۔	۱۴۔ بنو عُذرہ۔
۱۵۔ بنو حضارمہ۔	۱۶۔ بنو شیبان۔

ان میں سے کسی قبیلے نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول نہیں کی۔

انصار کی مکہ آمد اور ان میں اسلام کی دعوت کا آغاز:

یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے دین اسلام کا بول بالا کرائے اور اس کو پورے عالم میں پھیلائے، تو اس کا انتظام یوں فرمایا کہ نبوت کے دسویں سال ایام حج میں ادائیگی حج کے لیے آنے والے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے، یہاں مدینہ منورہ سے آنے والے چھ افراد پر ان کا گزر ہوا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعوت دی، اور قرآنی آیات کی تلاوت فرمائی، انہوں نے اسلام قبول کیا، اور پھر مدینہ منورہ جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی، اس طرح ان کی دعوت سے انصار کا کوئی گھر ایسا نہیں رہا جس میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہو۔

---

[1] طبقات ابن سعد: ذکر دعاء رسول اللہ ﷺ قبائل العرب فی المواسم، (۱/۲۱۶)، دار صادر، بیروت۔

جو چھ افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے مسلمان ہوئے، ان کے نام اور مختصر حالات پیش خدمت ہیں۔

(۱) اسعد بن زرارۃؓ:

اسعد بن زرارہ بن عدس انصاری خزرجی نجّاری، ان کی کنیت ابوامامہ ہے اور اس کنیت کے ساتھ مشہور ہوئے، مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے اسلام قبول کیا اور مدد ونصرت کا یقین دلا کر اگلے سال آنے کا وعدہ کیا، بیعتِ عقبہ اولی اور ثانیہ کے شرکاء میں سے ہیں، یہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے، ان بارہ خوش نصیب صحابہؓ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شریک مسلمانوں کا نقیب اور نگران بنایا، ہجرت کے چھ ماہ بعد غزوہ بدر سے پہلے ۱ھ میں ان کا انتقال ہوا، انصار صحابہؓ میں سب سے پہلے انہوں نے وفات پائی۔[۱]

(۲) جابر بن عبداللہ بن رئاب انصاری سُلمیؓ:

غزوہ بدر، احد، خندق اور اس کے علاوہ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، یہ انصاری صحابہؓ میں سب سے پہلے اسلام لائے۔[۲]

(۳) رافع بن مالکؓ:

رافع بن مالک بن عجلان انصاری خزرجی زرقی، ان کی کنیت ابو مالک ہے، ایک قول کے مطابق ابو رفاعہ کنیت ہے، والدہ کا نام ماویہ بنت عجلان بن زید ہے، زمانہ جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے، تیراکی اور تیراندازی میں مہارت رکھتے تھے، اس لئے انہیں مردِ کامل کہا

---

[۱] الاستیعاب: رقم (۳۰)، ص (۷۸)۔

[۲] الاستیعاب: رقم (۲۹۳)، ص (۱۳۹)۔

جاتا تھا، یہ اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے، عقبہ کی پہلی اور دوسری دونوں بیعتوں میں شرکت کی سعادت حاصل کی، بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جو بارہ (۱۲) نقیب بنائے تھے، ان میں سے بنوزریق کا نقیب ان کو بنایا گیا، ان کو سعید بن زید (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور مہاجر صحابی ہیں) کا بھائی بنایا گیا، غزوہ بدر میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے، بعض سیرت نگار اس کا انکار کرتے ہیں، ۳ھ کو غزوہ احد میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔[۱]

(۴) عقبہ بن عامر بن نابی رضی اللہ عنہ:

عقبہ بن عامر بن نابی انصاری سلمی، عقبہ کی پہلی بیعت میں شریک ہوئے، غزوہ بدر و احد اور دیگر غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں ۱۲ھ کو جنگ یمامہ میں شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔[۲]

(۵) عوف بن حارث رضی اللہ عنہ:

عوف بن حارث بن رفاعہ انصاری خزرجی نجّاری، والدہ کا نام عفراء بنت عبید بن ثعلبہ ہے، عقبہ کی دونوں بیعتوں میں حاضر ہوئے، غزوہ بدر میں اپنے دو بھائیوں معاذ اور معوّذ کے ہمراہ شریک ہوئے، غزوہ بدر میں ہی یہ اور ان کے بھائی معوذ رضی اللہ عنہ شہادت سے سرفراز ہوئے، دونوں نے فرعونِ وقت ابوجہل کو زخمی کیا، تاہم اس نے ان دونوں پر اسی حالت میں حملہ کر کے شہید کر دیا۔[۳]

---

[۱] الاستیعاب: رقم (۷۲۵)، ص (۲۵۹)۔

[۲] الاستیعاب: رقم (۱۸۳۶)، ص (۵۲۰)۔

[۳] طبقات ابن سعد: (۳/۴۹۲)۔

(٦) قطبہ بن عامر بن حدیدۃ ؓ:

قطبہ بن عامر بن حدیدۃ انصاری خزرجی سلمی، ان کی کنیت ابو زید ہے، والدہ کا نام زینب بنت عمرو بن سنان ہے، عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شرکت کی، یہ ان صحابہ ؓ میں سے تھے جن کو تیر اندازی میں مہارت حاصل تھی، غزوہ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پابرکاب رہے، احد میں جانثاری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ نو (۹) زخم ان کو لگے، فتحِ مکہ کے دن بنوسلمہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، حضرت عثمان بن عفان ؓ کے دورِ خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ [1]

بعض روایات میں آٹھ افراد کی ملاقات اور اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے۔

بیعت عقبہ اولی:

آئندہ سال ۱۱ نبوی کو بارہ (۱۲) افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے جابر بن عبداللہ بن ریاب ؓ کے علاوہ پانچ (۵) افراد وہی ہیں جنہوں نے پہلے سال اسلام قبول کیا تھا جن کے احوال ماقبل میں گزر چکے، جب کہ سات (۷) افراد پہلی دفعہ حاضر ہوئے، ان سات افراد کے نام اور مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ذکوان بن عبدالقیس ؓ:

ذکوان بن عبدقیس بن خلدہ انصاری خزرجی زرقی، ابوسبع کنیت ہے، بیعت عقبہ اولی اور ثانیہ میں شرکت سے ہم کنار ہوئے، اس کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہیں ہجرت مدینہ تک مقیم رہے، اس لیے ان کو انصاری مہاجر کہا جاتا تھا، غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پابرکاب ہوئے، غزوہ احد میں ابوالحکم بن

---

[1] الاستیعاب: رقم (۱۱۳۳)، ص (۶۱۱)۔

اخنس بن شریق کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا۔ [1]

(۲) عبادۃ بن الصامت ؓ:

عبادۃ بن الصامت بن قیس انصاری خزرجی سلمی، ان کی کنیت ابو ولید ہے، والدہ قرۃ العین بنت عبادہ بن نضلہ ہیں، عقبہ کی پہلی اور دوسری دونوں بیعتوں میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور دوسری بیعت میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو دوسرے گیارہ (۱۱) افراد کے ساتھ نقابت کے لیے منتخب کیا، ان کا بھائی چارہ ابو مرثد غنوی مہاجر صحابی ؓ سے قائم ہوا، بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہو کر اپنی جرأت و بہادری کے جوہر دکھائے، ان کا شمار کبار فقہاء صحابہ ؓ میں ہوتا ہے۔

محمد بن کعب قرظی ؒ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پانچ انصاری صحابہ ؓ نے قرآن کریم کو جمع کیا: معاذ بن جبل ؓ، عبادہ بن صامت ؓ، ابی بن کعب ؓ، ابو ایوب ؓ اور ابو درداء ؓ''۔

حضرت عبادہ بن صامت ؓ صفّہ مدرسے کے معلم تھے، جہاں وہ اصحابِ صفّہ کو قرآن کریم پڑھاتے اور اس کا درس دیتے تھے، حضرت عمر ؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کو معاذ بن جبل ؓ اور ابو درداء ؓ کے ہمراہ ملک شام بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں، اور ان کو دین کے احکام بتائیں اور ان میں تفقہ فی الدین پیدا کریں، یہ پہلے شخص ہیں جو فلسطین کے عہدہ قضاء پر فائز ہوئے، امام ترمذی ؒ نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب جامع ترمذی میں ان کا مذہب نقل کیا ہے، حمص میں قیام پذیر رہے، پھر وہاں سے فلسطین منتقل ہوئے اور وہیں ۳۴ھ کو ان کا انتقال ہوا، بیت المقدس میں دفن کیے گئے، بہتر (۷۲) سال عمر پائی۔ [2]

---

[1] الاستیعاب: باب ذکوان، رقم (۷۰۹)، ص (۲۵۰)۔

[2] الاستیعاب: باب من اسمہ عبادہ، رقم (۱۳۷۳)، ص (۴۰۴)۔

(۳) عباس بن عبادۃ بن نضلہؓ:

عباس بن عبادۃ بن نضلہ انصاری خزرجی، عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شریک ہوئے، اس کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آکر یہیں قیام پذیر رہے، جب ہجرت مدینہ کا موقع آیا تو انہوں نے بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، اس وجہ سے ان کو انصاری مہاجر کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعونؓ کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کیا، غزوہ بدر میں شرکت سے محروم رہے، احد میں شرکت کا موقع ملا اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ [۱]

(۴) عویم بن ساعدۃؓ:

عویم بن ساعدہ بن عائش انصاری اوسی، ان کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے، والدہ کا نام عمیرہ بنت سالم بن سلمہ ہے، عقبہ اولی اور ثانیہ دونوں بیعتوں میں شریک ہوئے، حاطب بن ابی بلتعہؓ یا حضرت عمر فاروقؓ سے ان کا بھائی چارہ قائم ہوا، غزوہ بدر، احد اور دیگر غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی، ان کی وفات کے سلسلے میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ان کا انتقال ہوا، دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں انتقال ہوا، علامہ ابن الاثیرؒ نے اس دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، وفات کے وقت ان کی عمر ۶۵ یا ۶۶ برس تھی۔ [۲]

(۵) معاذ بن حارثؓ:

معاذ بن حارث بن رفاعہ انصاری خزرجی نجّاری، ان کی والدہ کا نام عفراء بنت عبید ہے اور ان کی نسبت سے ابن عفراء سے مشہور ہیں، بنو خزرج میں سے یہ اور رافع بن مالکؓ سب

---

[۱] الاستیعاب: رقم (۱۳۷۸)، ص (۴۰۵)۔

[۲] اسد الغابہ: حرف العین، رقم (۴۱۳۹)، (۲۲۶/۴)۔

سے پہلے مسلمان ہوئے، جب مہاجرین صحابہؓ بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو ان کو معمر بن حارث مہاجر صحابیؓ کا بھائی بنایا، غزوہ بدر میں یہ اپنے دو بھائیوں عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء کے ہمراہ شریک ہوئے، امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے فرعون ابوجہل ملعون کے قتل میں یہ بھی شریک تھے، ان کے دونوں بھائی اس غزوہ میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے، جب کہ یہ اس کے بعد غزوہ احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ سفر رہے، ان کی وفات کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں، ایک قول کے مطابق حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے دور خلافت تک زندہ رہے، واقدیؒ کے بقول جنگ صفین کے دنوں میں ان کا انتقال ہوا۔ [۱]

(۶) ابوالہیثم بن التیہانؓ:

ان کا نام مالک بن تیہان بن مالک ہے، اپنی کنیت ابوالہیثم سے مشہور ہیں، انصاری بلوی یا اوسی صحابی ہیں، والدہ کا نام لیلیٰ بنت عتیک بن عمرو ہیں، زمانہ جاہلیت میں بت پرستی اور مشرکین کے معبودانِ الٰہیہ سے نفرت تھی اور توحید کے قائل تھے، ان چھ انصار صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس کے بعد عقبہ اولی اور عقبہ ثانیہ کی بیعت میں بھی حاضر ہوئے، یہ اور اسید بن حضیرؓ بنو عبداشہل کے حلیف مقرر کیے گئے، عثمان بن مظعون مہاجر صحابیؓ سے بھائی چارہ قائم ہوا، بدر واحد اور دیگر تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں ۲۰/۲۱ھ کو وفات پائی اور ایک قول کے مطابق ۳۷ھ کو جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی جانب سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ [۲]

---

[۱] اسد الغابہ: حرف المیم، رقم (۴۹۶۳)، (۶۱/۵)۔

[۲] الاستیعاب: کتاب الکنیٰ، باب الہاء، رقم (۳۸۸)، ص (۸۵۳)۔

(۷) یزید بن ثعلبہ ابو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ:

یزید بن ثعلبہ بن خزمہ انصاری، ان کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے، جب کہ ایک قول کے مطابق ابو عبد اللہ ہے، بنو سالم بن عوف کے حلیف تھے، عقبہ اولی اور ثانیہ دونوں میں شرکت کی سعادت حاصل کی، بدر واحد میں شریک ہوئے۔[۱]

ان بارہ (۱۲) حضرات نے حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مندرجہ ذیل باتوں کی بیعت کی:

۱۔ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

۲۔ چوری نہیں کریں گے۔

۳۔ زنا سے باز رہیں گے۔

۴۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔

۵۔ کسی پر تہمت اور بہتان نہیں لگائیں گے۔

۶۔ اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

اس بیعت کو بیعت عقبہ اولی کہا جاتا ہے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم ان باتوں پر کار بند رہے تو تمہارے لیے جنت کا سامان ہے وگرنہ اللہ کی مرضی، چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔

بیعت عقبہ ثانیہ:

اگلے سال نبوت کے بارہویں سال ایام حج میں انصار کے دو مشہور قبیلے اوس وخزرج کے بہتر (۷۲) شخص مکہ مکرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی،

---

[۱] الاستیعاب: رقم (۱۷۶۹)، ص (۷۵۴)۔

رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حضرت عباسؓ بھی تھے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، حضرت عباسؓ نے انصار کو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے اور جانثاری کی تلقین کی، رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے بارہ (۱۲) اشخاص کو منتخب کیا، نو (۹) قبیلہ خزرج سے تھے جب کہ تین (۳) کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا، یہ بارہ حضرات اپنے قبیلے کے رئیس اور سردار تھے، ان کو اپنے قبیلے کا نقیب اور نگران بنایا، ان بارہ میں سے چار یعنی حضرت اسعد بن زرارہ، حضرت رافع بن مالک، حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہو چکا ہے، باقی آٹھ نقباء کے احوال ملاحظہ ہوں۔

(۱) اُسید بن حضیرؓ:

اُسید بن حضیر بن سماک انصاری اوسی اشہلی، ان کی کنیت کے سلسلے میں پانچ قول ہیں، ابو یحیی، ابو حضیر، ابو عیسی، ابو عتیک اور ابو حصین، ان کے والد حضیر زمانہ جاہلیت میں فوج کے کمانڈر اور اپنی قوم کے معزز آدمی تھے، قبیلہ اوس اور خزرج کے مابین لڑی جانے والی آخری جنگ اور لڑائی ''بعاث'' جو ہجرت مدینہ سے چھ سال قبل ہوئی، اس میں حضیر اپنے قبیلے اوس کے سردار تھے اور اسی لڑائی میں وہ مارے گئے، حضرت اسید بن حضیرؓ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں اپنی قوم کے معزز، اصحاب رائے اور عقلاء میں شمار کیے جاتے تھے اور ان کو ''کامل'' کا لقب ملا ہوا تھا، زمانہ جاہلیت میں ''کامل'' اس شخص کو کہا جاتا تھا جو درج ذیل تین صفات کا جامع ہوتا:

۱۔ عربی لکھنا جانتا ہو۔

۲۔ تیراکی میں مہارت رکھتا ہو۔

۳۔ تیر اندازی اچھے طریقے سے کرتا ہو۔

اسید بن حضیر کو مذکورہ بالا تینوں صفات میں کمال حاصل تھا، یہ اور حضرت سعد بن معاذؓ

دونوں ایک ہی دن حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے، اس کے بعد بیعت عقبہ ثانیہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی، رسول اللہ ﷺ نے ان کو نقیب مقرر کیا، رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہاں مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو ان کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہؓ کا بھائی بنایا، یہ قرآن بہت خوبصورت آواز میں پڑھا کرتے تھے، ان کا قرآن سننے کے لیے فرشتوں کے اترنے کا قصہ حدیث صحیح سے ثابت ہے، حضرت اسیدؓ غزوہ بدر میں شرکت نہ کر سکے، اس کے علاوہ دیگر بعض صحابہؓ بھی غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف قریش کے اس قافلے کو لوٹنے کے ارادے سے نکلے جو سامانِ تجارت لے کر شام سے مکہ مکرمہ جارہا تھا، لڑائی کا ارادہ نہیں تھا، لیکن بعد میں جنگ کی نوبت آگئی، حضرت اسیدؓ احد میں شریک ہوئے اور دیوانہ وار لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کو سات زخم آئے، جس وقت مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ پر کفار کی جانب سے تابڑ توڑ حملے کیے جانے لگے، اس وقت یہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے رہے، اس کے علاوہ دیگر غزوات میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شرکت کی سعادت حاصل کی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ تین انصاری صحابہ ایسے ہیں جن پر کسی کو فضیلت حاصل نہیں، تینوں بنو عبد اشہل سے ہیں: ایک سعد بن معاذؓ، دوسرے اسید بن حضیرؓ اور تیسرے عباد بن بشرؓ۔

ایک دفعہ یہ اور عباد بن بشرؓ تاریک رات میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے نکلے، تو ان میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی جس کی روشنی میں دونوں چلتے رہے، جب دونوں کا راستہ الگ ہوگیا تو ان میں سے ہر ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی، رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ ان کا اکرام کرتے اور کسی دوسرے کو ان پر فوقیت نہ دیتے تھے، حضرت عمر بن خطابؓ کے دورِ خلافت میں ۲۰ھ یا ۲۱ھ کو ان کا انتقال ہوا، حضرت عمرؓ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں

دفن کیے گئے۔ [۱]

(۲) براء بن معرورؓ:

براء بن معرور بن صخر انصاری خزرجی سلمی، ان کی کنیت اپنے بیٹے بشر کے نام سے ابو بشر ہے، والدہ کا نام رباب بنت نعمان بن امرؤ القیس ہے، بیعت عقبہ ثانیہ میں شرکت سے سرفراز ہوئے، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنے قبیلے بنوسلمہ کی نقابت کا تاج عبداللہ بن عمروؓ اور ان کے سر پر رکھا گیا، انصار کے سردار اور بڑی عمر والے تھے، یہ سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے نماز کے لیے کعبہ کی طرف رخ کیا، سب سے پہلے انہوں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی، بنوسلمہ کے بقول انہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے ایک ماہ پہلے صفر میں ان کا انتقال ہوا، بارہ نقباء میں ان کا انتقال سب سے پہلے ہوا، جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو صحابہؓ کے ہمراہ ان کی قبر پر تشریف لائے اور نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے لیے مغفرت، رحمت اور رضائے الٰہی کی دعا فرمائی، یہ سب سے پہلا جنازہ تھا جو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد پڑھایا۔ [۲]

(۳) سعد بن خیثمہؓ:

سعد بن خیثمہ بن حارث انصاری اوسی، ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، والدہ کا نام ہند بنت اوس بن عدی ہے، عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شرکت کی، بارہ نقباء میں سے ایک یہ بھی تھے، ان کو سعد الخیر کہا جاتا تھا، غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور دیوانہ وار لڑتے ہوئے جام

---

[۱] طبقات ابن سعد: تسمیۃ النقباء وانسابھم وصفاتھم ووفاتھم، (۳/ ۶۰۳)۔

[۲] الاستیعاب: رقم (۱۷۲)، ص (۱۱۰)۔

شہادت نوش فرمایا۔ [1]

ان کو طعیمہ بن عدی یا عمرو بن عبدود نے شہید کیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر کے لیے نکلنے لگے تو ان کے والد خیثمہ بن حارث نے ان سے کہا کہ ہم میں سے ایک کا یہاں عورتوں کے پاس قیام ضروری ہے اس لیے تم یہیں ٹھہرو، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکل جاتا ہوں، انہوں نے جواب دیا کہ اگر جنت کے علاوہ کسی اور چیز کا سودا ہوتا تو میں آپ کو اپنے اوپر ترجیح دیتا، لیکن اپنے بارے میں شہادت کی امید ہے، ان کے والد نہ مانے، بالآخر قرعہ ڈالا گیا، جس میں حضرت سعدؓ کا نام نکلا، چنانچہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، کیسا صادق جذبہ تھا کہ متاعِ دین پر کسی کو ترجیح نہ دی، اسی لئے حق تعالیٰ شانہ نے ایسے بلند انعامات اور ڈگریوں سے نوازا۔

(۴) سعد بن ربیعؓ:

سعد بن ربیع بن عمرو انصاری خزرجی، والدہ کا نام ہزیلہ بنت عنبہ ہے، زمانہ جاہلیت کے کاتبین میں ان کا شمار ہوتا ہے، بیعت عقبہ اولی اور ثانیہ کے شرکاء اور بارہ نقباء میں سے ایک ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کیا گیا، یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے اپنے مہاجر بھائی عبدالرحمن بن عوفؓ کو اپنا نصف مال لینے کی پیشکش کی تھی اور کہا تھا کہ میری دو بیویاں ہیں ان میں سے آپ جس کو چاہیں اسے میں طلاق دے دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کر لیجیے گا، انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے گھر بار میں برکت دے، مجھے بازار کا راستہ بتا دیجیے، میں تجارت کروں گا، غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی، غزوہ احد میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے اختتام پر صحابہؓ

---

[1] طبقات ابن سعد: تسمیۃ النقباء وانسابہم وصفاتہم ووفاتہم، (۳/ ۶۰۷)۔

کی جماعت سے فرمایا کہ کون میرے پاس سعد بن ربیع کی خبر لائے گا؟ کیونکہ میں بہت سے نیزوں کو ان کی طرف بڑھتے ہوئے پاتا ہوں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں ان کی خبر آپ کے پاس لاؤں گا، چنانچہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کو تلاش کرتے کرتے اس حالت میں پایا کہ ان کی آخری سانسیں باقی تھیں، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا، انہوں نے ان سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر میرا اسلام پیش کرنا اور میری قوم سے کہنا کہ جب تک تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کی طرف سے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے، ورنہ اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا، یہ کہہ کر جان جانِ آفریں کے سپرد کردی، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سعد پر رحم فرمائے، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیر خواہی کی، خارجہ بن ابی زید کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیے گئے، انہوں نے دو بیٹیاں چھوڑیں، ان کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان دونوں بچیوں کا والد شہید ہوگیا ہے اور ان کے چچا نے سعد بن ربیع کے بعد سارا مال خود رکھ لیا ہے مجھے ان بچیوں کی شادی بھی کرنی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سلسلے میں اللہ تعالی فیصلہ فرمائیں گے، چنانچہ آیت میراث «فإن كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك» نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچیوں کے چچا کو بلا کر فرمایا کہ سعد رضی اللہ عنہ کے ترکہ میں سے دو تہائی مال ان بچیوں کو دے دو، آٹھواں حصہ ان کی والدہ کو اور باقی ماندہ مال تمہارا حصہ ہے، اس طرح آیت میراث کی سب سے پہلی عملی تفسیر ان کے ذریعے معرض وجود میں آئی۔ [1]

---

[1] الاستیعاب: رقم (۹۳۴)، ص (۳۰۹)۔

(۵) سعد بن عبادہؓ:

سعد بن عبادہ بن دلیم انصاری خزرجی ساعدی، ان کی کنیت ابو ثابت ہے، ایک قول کے مطابق ابو قیس ہے، لیکن پہلا قول اصح ہے، ان کی والدہ عمرہ بنت مسعود بن قیس ہیں، زمانہ جاہلیت سے عربی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، تیراکی اور تیراندازی میں کمالِ مہارت حاصل تھی، اس وجہ سے ان کو ''کامل'' کہا جاتا تھا، بیعت عقبہ ثانیہ کے خوش قسمت شرکاء میں سے ہیں اور بنوساعدہ کے نقیب ہونے کی سعادت بھی حاصل ہے، انصار میں بہت معزز تھے، غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے، اس کے علاوہ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی سعادت حاصل کی، تمام غزوات میں انصار کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور باہر سے «السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ» کہا، یہ سلام اندر آنے کی اجازت طلب کرنے کے لیے تھا، حضرت سعدؓ نے آہستہ سے سلام کا جواب دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا، ان کے بیٹے قیس نے کہا کہ اے ابا جان! کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میں نے اس لیے کیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر زیادہ سے زیادہ سلام کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری دفعہ سلام کیا اور جواب نہ پاکر چل پڑے، سعد بن عبادہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آئے اور جواب آہستہ دینے کی وجہ بیان کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ گھر میں آئے، غسل کیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنگا ہوا لحاف پیش کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اوڑھا اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ! سعد بن عبادہ کے خاندان پر اپنی رحمت نازل فرما، اپنی قوم میں انتہائی سخی تھے، ان کے بیٹے اور ان کے والد اور دادا بھی سخاوت میں ممتاز تھے، غزوہ خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذؓ اور ان کو بلا کر کسی سلسلے میں مشورہ کیا اور پھر ان کے مشورے پر عمل کیا، فتحِ مکہ کے موقع پر

رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، اس دن جب ان کا گزر ابوسفیان پر (جو کہ مسلمان ہو چکا تھا) ہوا تو انہوں نے کہا: «اليوم يوم الملحمة» آج تو خون ریزی کا دن ہے، جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ جھنڈا ان سے لے کر ان کے بیٹے کو دے دو اور فرمایا: «اليوم يوم المرحمة» آج تو رحمت کا دن ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یہ مدینہ منورہ سے ملک شام چلے گئے اور وہیں حضرت عمرؓ کی خلافت میں ۱۵ھ کو ان کا انتقال ہوا، ایک قول کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں ۱۱ھ کو انتقال ہوا، ایک جگہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے، اور انتقال کر گئے، لوگوں کو تب خبر ہوئی جب انہیں بیر منبہ یا بیر سکن سے ایک آواز سنائی دی جس میں ان کے قتل کی خبر دی گئی تھی۔

قتلنا سيد الخزرج سعد بن عبادة
رميناه بسهمين فلم نخطئ فؤاده

کہا جاتا ہے کہ ان کو جنوں نے قتل کیا تھا۔[1]

(۶) عبداللہ بن رواحہؓ:

عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ انصاری خزرجی حارثی، ابومحمد ان کی کنیت ہے، اس کے علاوہ ان کی کنیت کے سلسلے میں ابورواحہ اور ابوعمرو کا قول منقول ہے، ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت واقد بن عمرو ہے، عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک ہوئے، ان بارہ خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کا نقیب بنایا، غزوہ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے، غزوہ موتہ کے امراء میں سے ایک امیر یہ بھی تھے، ان کا شمار ان شعراء میں ہے جو اپنے اشعار کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے تھے اور کفار

---

[1] الاستیعاب: رقم (۹۴۵)، ص (۳۱۲)۔

ومشرکین کو منہ توڑ جواب دیتے تھے، ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے، یہ مسجد کی طرف آرہے تھے کہ اتنے میں ان کے کانوں میں رسول اللہ ﷺ کی آواز پڑی کہ بیٹھ جاؤ، یہ وہیں مسجد سے باہر ہی بیٹھ گئے، اگرچہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مسجد میں کھڑے لوگوں کے لیے تھا، بعد میں جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو ان کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس شوق اور جذبے میں اضافہ فرمائے، عبداللہ بن رواحہؓ، حسان بن ثابتؓ اور کعب بن مالکؓ کے بارے میں سورہ شعراء کی یہ آیتِ شریفہ:

«إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وذكروا الله كثيرا وانتصروا من بعد ما ظلموا وسيعلم الذين ظلموا أي منقلب ينقلبون». [۱]

”مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور خدا کو بہت یاد کرتے رہے اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا، اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں“۔

نازل ہوئی، ۸ھ کو جنگِ موتہ میں شہادت سے ہم کنار ہوئے۔ [۲]

(۷) عبداللہ بن عمروؓ:

عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری خزرجی سلمی، ان کی کنیت ابو جابر ہے، والدہ کا نام رباب بنت قیس ہے، مشہور صحابی حضرت جابرؓ کے والدِ بزرگوار ہیں، عقبہ ثانیہ کے شرکاء میں سے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور براء بن معرورؓ کو اپنے قبیلے بنو سلمہ کا نقیب بنانے کا شرف بخشا، غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی، غزوہ احد ۳ھ میں دیوانہ وار لڑتے ہوئے اسامہ بن اعور یا سفیان بن عبد شمس کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا، ان کے ناک، کان کاٹ دیئے گئے تھے، ان کو اپنے بہنوئی عمرو بن جموحؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا گیا،

---

[۱] سورہ شعراء (آیت: ۲۲۷)۔

[۲] الاستیعاب: رقم (۱۵۵۷)، ص (۴۴۹)۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں ان کے بیٹے حضرت جابرؓ کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور اپنے روبرو ہمکلامی کا شرف بخشا اور ان سے فرمایا کہ جس چیز کی تمنا کرو گے وہ پوری کی جائیگی، حضرت عبداللہؓ نے جواب میں کہا کہ اے پروردگار! مجھے دنیا میں لوٹا دیجیے تاکہ میں ایک بار پھر آپ کی راہ میں قربان ہو جاؤں، لیکن اللہ کا فیصلہ اٹل ہے کہ مرنے کے بعد کسی کو دنیا میں دوبارہ نہیں بھیجے گا۔ [۱]

(۸) منذر بن عمروؓ:

منذر بن عمرو بن خنیس انصاری خزرجی ساعدی، والدہ کا نام ہند بنت منذر بن جموح ہے، معنق للموت سے مشہور ہیں، اسلام قبول کرنے سے قبل ہی عربی لکھنا جانتے تھے، اس لئے مردِ کامل میں ان کا شمار تھا، عقبہ ثانیہ کے شرکاء میں سے ہیں اور اپنے قبیلہ بنو ساعدہ کے سردار تھے، طلیب بن عمیرؓ کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کیا گیا، غزوہ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے، ۴ھ کے شروع میں احد کے تقریباً چار ماہ بعد بیر معونہ کے سریہ میں شہادت سے سرفراز ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس فوجی دستہ پر امیر مقرر کیا تھا۔ [۲]

رسول اللہ ﷺ نے مکی زندگی میں ایسی تربیت فرمائی جس کا ظہور مدنی زندگی میں نمایاں ہوا، چنانچہ سب سے زیادہ اہم کام فقہی تربیت کا تھا، پیدائش سے لے کر وفات تک ساری زندگی کے جملہ معاملات خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، ان کا تعلق فقہی بصیرت سے ہے، یہی وجہ ہے کہ بیعت عقبہ کے موقع پر انصارِ مدینہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ ہماری

---

[۱] الاستیعاب: رقم (۱۶۳۶)، ص (۴۷۵)۔

[۲] الاستیعاب: رقم (۱۵۰۷)، ص (۶۹۱)۔

اصلاح اور تربیت کے لیے کسی معلم کو بھیجیے، رسول اللہ ﷺ نے پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بھیجا اور اس کے بعد ان کو خط لکھ کر ہدایات دیں، جن میں سے ایک ہدایت یہ بھی تھی:

«أن يقرئَهم القرآن ويفقهَهم»

''تمہارا کام ان کو قرآن پڑھانا اور فقہی احکام بتانا اور فقیہ بنانا ہے''۔

حضور ﷺ نے ان کے بعد حضرت عبداللہ ابن امّ مکتومؓ کو بھی مدینہ منوّرہ تعلیم کے لیے بھیجا۔

مکی دور کے ایسے مشکل حالات میں بھی رسول اللہ ﷺ نے ایسے مربی تیار کیے تھے جن میں حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نمایاں ہیں۔

معلمینِ مکہ کی مدینہ منوّرہ روانگی:

ہجرت سے قبل ہی مدینہ منوّرہ میں قرآن وفقہ کی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا، چنانچہ انصارِ مدینہ جب موسمِ حج میں آکر مسلمان ہوئے تو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے قاری و معلّم مانگا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو روانہ کیا اور بعد میں خط لکھ کر ہدایات دیں، جن میں سے ایک ہدایت یہ بھی تھی:

«أن يقرئَهم القرآن ويفقهَهم».

''تمہارا کام ان کو قرآن پڑھانا اور فقہی احکام بتانا اور فقیہ بنانا ہے''۔

اسی طرح حضور ﷺ نے ان کے بعد حضرت عبداللہ ابن امّ مکتومؓ کو بھی مدینہ منوّرہ تعلیم کے لیے بھیجا۔

اشاریہ

آیات قرآنیہ

فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ..... ۱۶۵۔

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ..... ۱۲۹۔

فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْأَبْصَارِ..... ۱۰۴۔

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ..... ۱۷۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ..... ۲۵۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ..... ۵۸۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا..... ۳۰۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ..... ۶۳۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا..... ۵۴۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا..... ۵۲۔

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ..... ۵۶۔

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا..... ۱۶۔

وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ..... ۵۵۔

وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ..... ۵۵۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ..... ۶۲،۶۴۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا..... ۶۰۔

وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا..... ۱۹،۱۳۲۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ.....۵۶۔
وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ..... ۲۳۔
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ.....۸۱۔
وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ.....۱۳۷۔
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ..... ۶۳۔
يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ .....۲۲۔
يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ.....۶۰۔

احادیث مبارکہ

اسمائے اماکن

اعلام

(الف)

(ب)

(ت)

(ث)

(ج)

(ح)

(خ)

(د)

(ذ)

(ر)

(ز)

(س)

(ش)

(ص)

(ض)

(ط)

(ظ)

(ع)

(غ)

(ف)

(ک)

(ل)

(م)

(ن)

(ہ)

(و)

(ی)